اطاعتِ رسولؐ

عشرہ مجالس عزاخانہ ابوطالب

علامہ سیّد عرفان حیدر عابدی

بہ تعاون

علامہ عرفان حیدر عابدی میموریل ٹرسٹ

B-241، گلشن اقبال بلاک 5، کراچی

ناشران

★

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 424286 - 4917823 Fax: 4312882

E-mail: anisco@cyber.net.pk

نام کتاب: ________ اطاعتِ رسول

مقرر: ________ علامہ سیّد عرفان حیدر عابدی (مرحوم)

مرتبہ: ________ اے ایچ رضوی

سن اشاعت: ________ اپریل ۱۹۹۹ء

تعداد: ________ ۱۰۰۰

بہ تعاون: ________ علامہ عرفان حیدر عابدی میموریل ٹرسٹ

قیمت: ________ ۷۵/-

ناشر

محفوظ بک ایجنسی — مارٹن روڈ کراچی

Tel: 424286 - 4917823 Fax: 4312882

E-mail: anisco@cyber.net.pk

علامہ عرفان حیدر عابدی کا خاص جملہ جو وہ مجالس کے دوران سامعین مجلس سے
نعرۂ حیدری کہلواتے اور جواب دینے والوں کو یہ کہہ کر دعا دیتے کہ
"مولا سلامت رکھے یا علی مدد کہنے والوں کو"
جیو، جیو، جیو، جیو، جیو، جیو،

اس خاص جملے کے ہزاروں اسٹکر جناب بابر علی حمزہ صاحب نے
علامہ مرحوم کی برسی کے موقع پر تقسیم کیے

16 - April 2001

علامہ عرفان حیدر عابدی

وہ کیونکر مرحوم ہو

محبّت کا جو پیکر ہو
خطابت جس کا جوہر ہو
جواں ہو، حسین ہو، حسنِ مجسّم ہو
نڈر ہو، بے باک ہو، شیرِ حیدر ہو
علیؑ کو یا علیؑ کہنا اس انسان کا مقدر ہو
نزع کے وقت بھی وہ یا علیؑ کہتا ہوا جائے
وہ ہی جس کو عرفان یا علیؑ کہنے کا ہو جائے
وہ زندہ ہے ہمارے ذہن و دل کے ہر گھروندے میں
ولایت کی محبّت اس کو لے جائے گی جنّت میں
مَیں اس کے واسطے اے اعظمی لکھوں تو کیا لکھوں
علیؑ کے علم کی خیرات وہ سب کو دیتا تھا
اسی منبر کی زینت کو سب عرفان کہتے ہیں

• ذوالفقار اعظمی

علامہ عرفان حیدر عابدی

● نذرانۂ عقیدت: سیّد رضی رضوی

اندھیرا اور بھی کچھ بڑھ گیا ہے
چراغ ایک اور منبر کا بجھا ہے

وہ ذاکر قوم کو بیدار کر کے
ہمیشہ کے لیئے خود سو گیا ہے

بڑی تھی معرفت عرفان تم کو
کہ رمضاں میں قضا کا دِن چُنا ہے

تمہیں جنّت میں بھی منبر ملے گا
تمہارے ساتھ زہراؑ کی دُعا ہے

رُلاتا تھا رضی جو ذکر شہؑ میں
زمانہ اس کے غم میں رو رہا ہے

خوش فکر و سماجی خدمت گار

منفرد عوامی خطیب

علامہ عرفان حیدر عابدی شہید کے حضور

شاعر و سوز خوان اہلبیت پروفیسر سید سبط جعفر زیدی کا غیر رسمی خراج تحسین

خطیب حضرت علامہ عرفان حیدر عابدی مرحوم بلا شبہ ایک اچھے شاعر' صاحب قلم یعنی نثر نگار' یاروں کے یار اور سماجی خدمتگار بھی تھے جو لوگ علامہ موصوف سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ ایک مرنجان مرنج' خوش فکر' خوش طبع' ذہین و فطین' وضع دار و ملنسار اور منکسر المزاج دلچسپ انسان تھے۔

انہیں مشکل سے مشکل حالات میں خوش رہنا خوش رکھنا اور مسکرانا آتا تھا۔ وہ اپنے ماحول کو ہمیشہ خوشگوار بنائے رکھتے تھے۔ اور اسی قسم کی شخصیات و نوادرات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے ارد گرد جمع رکھتے تھے اور اسی شوق نے انہیں جوان بنائے رکھا تھا۔ ملت جعفریہ کے اس شیر کی بھرپور جوان ہنگاموں سے بھرپور فعال و سرگرم شاندار زندگی تھی۔ ان کی تحریر تقریر اور شاعری سب ہی رجائیت اور توانائی سے بھرپور تھی۔

اگرچہ خطابت کا آغاز آپ نے حضرت علامہ رشید ترابی مرحوم کے طرز خطابت سے متاثر ہو کر کیا تھا۔ اور علامہ موصوف علامہ مرحوم کو اپنا استاد معنوی اور آئیڈیل سمجھتے تھے۔ مگر اس کے باوجود آپ نے محض تقلید یا نقالی کی بجائے اپنے

لئے الگ راہ نکالی۔ جس میں زور خطابت کے ساتھ عوامی مزاج اور موقع محل کی ضرورت یعنی محفل شناسی اور خوش طبعی و ظرافت بھی شامل تھی۔

یعنی ظرافت کی چاشنی اور فکری لطافت کے امتزاج سے آپ نے ایک نیا طرز خطابت ایجاد کیا جو آپ سے شروع ہوکر آپ ہی پر ختم ہوگیا۔ گویا ظریفانہ انداز میں احترام منبر کو ملحوظ رکھتے ہوئے مجلس عزا کے تقدس اور سامعین کے اذہان و پسند کو پیش نظر رکھ کر آپ کا طرز بیان اپنے بیگانے خاص و عام مجلس و غیر مجلس سب ہی کے لئے دلچسپی کا باعث ہوتا تھا۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ آپ کے انداز فکر اور طرز خطابت سے شاکی اپنے تیئں سنجیدہ بلکہ کسی تر رنجیدہ آپ کا مخالف بھی آپ کی مجلس میں آبیٹھا۔ تو محفوظ ہوکر محو سماعت بھی رہا نعرے بھی لگاتا رہا خوب ہنسا رویا! خواہ زبانی اقرار و اظہار اور اعتراف کیا نہ کیا مگر اپنے عمل سے ثابت کر گیا کہ وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا ہے۔

یہ آپ کے خطاب و انداز کا اثر تھا آپ کا دراصل مزاج ہی یہی تھا کہ جو تحریر و تقریر حتی کہ شاعری اور نجی محافل میں بھی جلوہ گر تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کو عوامی پذیرائی نصیب ہوئی۔

آپ کی ان صلاحیتوں کے معترف آپ کے مخالفین بھی رہے ہیں اور خاموش حریف بھی۔ چنانچہ نہ صرف آپ کی زندگی میں بلکہ آپ کے انتقال پر بھی عامتہ المومنین کی طرح آپ کے نظریاتی یا انداز خطابت سے شاکی افراد اور اداروں کو بھی علامہ عرفان حیدر عابدی سے متاثر اور ان کی رحلت پر سوگوار دیکھا گیا۔ مختلف شخصیات ' اداروں اور عوام کی جانب سے تعزیتی و یادگاری اجتماعات اور خصوصی ضمیموں کا اجراء بھی آپ کی عوام و خواص میں مقبولیت کی دلیل ہے۔

علامہ کے مخالفین بھی یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ آپ ایک عوامی اور نوجوانوں ماتمیوں اور فعال و سرگرم عزاداروں کے پسندیدہ خطیب تھے۔ آپ کا کمال یہ تھا کہ آپ نے اپنے انداز خطابت سے سامعین کا خصوصی حلقہ اور اضافی طبقہ تیار کیا

تھا۔ اور ان لوگوں کو مجالس اور خطابت کی طرف مائل و ملتفت کیا تھا۔ جو پہلے کسی ذاکر کی مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے۔ یعنی ملنگوں' ماتمیوں اور ماتمی انجمنوں اور قومی و مذہبی کارکنوں کو بھی مجلس اور فرش عزا پر بیٹھنے پر مائل و مجبور کر دیا تھا۔ جو نہ تو پہلے ہی کبھی مجلس میں بیٹھتے تھے اور نہ ہی بظاہر آئندہ ایسا امکان نظر آتا ہے۔

سوائے اس کے کہ خدا ان کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے یا علامہ مرحوم کی ڈالی ہوئی عادت سماعت کا تسلسل انہیں فرش عزا تک لے آئے۔ ویسے اللہ رکھے علامہ عبدالحکیم بوترابی اور آغا نسیم عباس رضوی بھی عوامی پسندیدگی و پذیرائی کے حامل مقبول و مصروف خطیب ہیں مگر اتنے عوامی اور مقامی نہ ہونے کی وجہ سے عوامی دسترس میں بھی نہیں ہیں۔

بہر حال علامہ طالب جوہری سمیت اللہ رکھے ان بڑے خطیبوں اور عوامی ذاکروں کے طفیل ہم جیسے سوز خوانوں کو بھی ایسی نوجوان اور غیر مجلسی کثیر سماعت و سامعین نصیب ہو جاتے ہیں۔ جو عام طور پر مجلسوں میں سوز خوانی بلکہ ذاکری کے بھی اختتام پر مجلس میں تشریف لاتے ہیں یعنی ماتمی نوجوان' بہر حال علامہ عرفان حیدر صاحب کا یہ کمال و اعزاز بھی قابل لحاظ ہے۔ کہ انہوں نے اپنے لئے کثیر تعداد میں نئے اور نوجوان سامعین تیار کئے اور اس طبقہ تک پیغام مودت و محبت پہنچایا جو علماء و ذاکرین سے بوجوہ دور بھاگتا تھا۔

علامہ مرحوم کی خطابت کا ایک کمال یہ بھی تھا کہ کسی متعین موضوع یا خاص مسئلہ کے بغیر بھی وہ اپنے سامعین کو جب تک جس طرح چاہتے مصرف (Engaged Involved (Occupied رکھتے تھے اور وقت گزرنے یا بوریت کا احساس تک نہیں ہونے دیتے تھے۔ خود بھی تھکے ہوئے' سامعین بھی دن بھر کے تھکے مارے مجلسوں اور عزا خانوں سے سنتے سناتے رات گئے تک ان کی مجالس میں جوق در جوق شریک رہتے۔ لیکن تکان کا احساس نہ علامہ کے خطابت میں اور نہ ہی سامعین کی سماعت میں۔ اس میں جہاں مومنین کے جذبہ ایمانی اور جوش ولایت کو دخل تھا وہیں علامہ کے

جوش خطابت اور سحر آفرینی کا بھی کمال تھا۔

فضائل میں بھرپور فضائل اور مصائب میں اسی قدر گریہ دیکھنے والے سامعین کی حالت کو دیکھ کر یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ جن کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ ان سامعین کے حقیقی رشتہ دار ضرور ہیں۔ اور یہ فضائل و مصائب کسی غیر کے نہیں خود ان ہی بزرگوں اور پیاروں کے حالات ہیں۔

کوئی کتنا ہی خود پسند اور خوشامد پسند شخص ہو اپنی تعریفیں بھی سن کر اکتا جاتا ہے چہ جائیکہ دوسروں کا ذکر لیکن یہ ذکر محمدؐ و آل محمدؐ کا اعجاز و ذاکرین کا کمال اور اس ملّت کا طرہ امتیاز اور سامعین کا اعزاز بھی ہے۔ کہ وہ ان اذکار و احوال کو ہمیشہ سرشاری اور جوش ایمانی کے ساتھ سنتے ہیں۔

علامہ صاحب کو تعلقات نبھانے کا فن اور اپنے آدمی کی۔ ہوا۔ بنانے باندھنے اور عزت افزائی کا ہنر بھی خوب خوب آتا تھا۔ خلوت ہو یا جلوت وہ کسی نہ کسی طرح اپنے دوست کی پذیرائی اور عزت افزائی کا موقع ڈھونڈ نکالتے۔ دوستوں کی شخصیت بنانے نکھارنے سجانے سنوارنے انہیں آگے بڑھانے اور پھلتا پھولتا دیکھ کر خوش ہونے والا ان سے بڑا آدمی میں نے نہیں دیکھا۔

خود اچھے مقرر اور اچھا شاعر ہونے کے باوجود دوسرے ذاکرین و شعراء کے جملے اور اشعار اپنے توصیفی و توثیقی کلمات کے ساتھ بڑے بڑے اجتماعات میں ان کی غیر موجودگی میں بھی ان کی تعریف و توصیف اور حوالوں کے ساتھ علامہ صاحب جس طرح لوگوں کو سنا کر داد دیتے اور دلواتے دعا کرتے اور کرواتے تھے وہ کوئی اور نہیں کرتا تھا۔

سامعین میں اگر کوئی قابل ذکر شخص بیٹھا ہوتا تو کسی نہ کسی حیلہ حوالے بہانے سے غیر محسوس طریقہ پر اسے مخاطب کر کے یا اس کی طرف سے کوئی بات کہہ کر اس کی موجودگی کو ظاہر اور (Acknowledge) کر دیتے تھے اور یہی نہیں کہ محسن نقوی شہید ہی کا شعر پیش (Quote) کیا بلکہ نسبتاً گوشہ نشین و غیر معروف و خوددار مگر ہنر

مند شاعر قمر میر بھٹی کو بھی پیش کر کے ان کی عزت افزائی کی محض وزراء ہی کی موجودگی کو ریکارڈ پر نہیں لائے بلکہ سبط جعفر اور ریحان اعظمی پر بھی نظر پڑ گئی تو انہیں مخاطب (Oblige) کیا ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنی دوستی اور تعلقات اور ذاتی خدمت کے حوالے سے ایسے ایسے بے فیض اور بے ہنر و نالائق افراد کو بھی بڑھنے بڑھانے اور معزز و محترم بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی کہ جن میں ذرا بھی اہلیت و صلاحیت ہوتی تو کچھ بن جاتے۔

یہ ذکر آ ہی گیا ہے تو عرض کرتا چلوں۔ کہ علامہ صاحب خاموش سماجی خدمت گار بھی تھے نہ صرف اپنے متوسلین و معتقدین چھوٹے ذاکرین کو مجالس کے پروگرام ہی دلوایا کرتے تھے بلکہ اپنے مریدین اور وابستہ افراد کی ہر طرح مالی و مادّی اور معاشی و سماجی امداد و اعانت بھی خاموشی' باقاعدگی' پابندی اور سنجیدگی سے کرتے تھے اور جس سے بھی ملتے کھلے دل سے خوش ہو کر ملا کرتے تھے۔

آپ کے گرد و پیش نوجوان مخلص جانثار احباب کی بڑی تعداد جمع تھی جو اب بھی ان کا دم بھرتے ہیں۔ علامہ عرفان حیدر عابدی کی ذات اور مصروفیات سے بہت سے افراد کے گھروں میں چراغ اور چولہے جل رہے تھے۔ اب ان کے سانحہ ارتحال سے لوگوں کو معلوم ہو گا کہ اس ایک چراغ سے کتنے چراغ روشن تھے۔

اس موقع پر علامہ صاحب کے ایک ایسے وصف کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس کی طرف عام لوگ ان کے لواحقین و محبّین اور مخالفین و ناقدین میں سے کسی نے شاید توجہ نہیں دی۔

وہ یہ کہ علامہ اگرچہ دینی و دنیاوی تعلیم سے بہرہ ور اور علم مجلسی سے باخبر تھے اسی طرح علامہ عرفان حیدر عابدی نے نہایت خاموشی و رازداری کے ساتھ اپنے تایا محترم مولانا سید قیصر عباس ممتاز الافاضل مرحوم اور بعض علماء کرام سے علوم شرعیہ کی اتنی واقفیت حاصل کر لی تھی کہ آیات و احادیث کی تلاوت و قرآن اور مخارج و

تلفظات کے علاوہ معانی و مفاہم تک رسائی حاصل کر سکیں۔

وہ بغیر تیاری کے آیات و احادیث کی تلاوت یا تفسیر نہیں کیا کرتے تھے اور سچ پوچھیں تو علامہ مرحوم کسی ذریعہ اور سہارے کے محتاج بھی نہیں تھے۔

مہدی افادی الاقتصادی نے اردو نثر کے عناصر خمسہ میں جو بات محمد حسین آزاد کے لئے رکھی تھی وہی بات کسی ہمعصر کے تقابل و موازنہ اور حوالہ کے بغیر میں علامہ مرحوم اور ان کی خطابت کے لئے کہہ سکتا ہوں۔ یعنی علامہ مرحوم نے اگرچہ آغاز اور پھر شہرت بطور خطیب و مقرر حاصل کی تھی اور ہماری مقامی ذاکری و عزا داری میں علامہ کی اصلاح اردو خطیب کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

یوں عرفان صاحب علامہ پہلے بنے اور علم دین بعد میں حاصل کیا اور جس قدر ایک ذاکر و خطیب کے لئے لازمی ہونا چاہئے اس قدر قرآن و حدیث اور علوم شرعی سے آگاہی ضرور حاصل کرلی تھی۔ چنانچہ جب کبھی ایام عزا یا ایصال ثواب کی سنجیدہ و ثقہ سماعت دستیاب ہوتی تو اس مجلس کا موضوع اور مواد متن اور انداز بیان بڑے بڑے اہل علم ذاکرین و سنجیدہ ثقہ سامعین کو حیران کر دیتا تھا اور ایسا اکثر و بیشتر ہوتا رہا تھا۔

بہر حال علامہ عرفان سے پہلے بھی بڑے بڑے جید و مستند نامور علماء' خطباء ہو گزرے عزاداری اور ذکر حسینؑ تو جاری و ساری رہے گا لیکن کسی شخص کا خلاء کوئی دوسرا نہ اس سے پہلے پُر کر سکا ہے نہ آئندہ ہی کر سکے گا۔

نوہزوی صاحب ہو یا سبط حسن صاحب حافظ کفایت ہوں یا سیف اللہ صاحب' خطیب اعظم سید محمد دہلوی ہوں یا خطیب آل محمد اظہر زیدی صاحب' علامہ رشید ترابی ہوں یا مفتی نصیر الاجتہادی' آفتاب پاکستان حافظ ذوالفقار علی شاہ ہو یا مبلغ اعظم مولانا اسماعیل دیوبندی' اسی طرح اللہ رکھے آغا ضمیر الحسن نجفی مرحوم' و اظہر زیدی مرحوم کے معنوی فرزند و شاگرد نسیم عباس ہوں یا علامہ طالب جوہری' پروفیسر علامہ عبدالحکیم بوترابی ہوں یا مولانا رضی جعفر نقوی اور علامہ عقیل ترابی یا علامہ عباس

کمیلی اور دیگر معاصرین ہر ایک کا اپنا مقام و مرتبہ ہے۔

لیکن اب کوئی ایسا خطیب باقی نہیں رہا جو عوام کی براہ راست دسترس میں ہو اور تن تنہا اتنی مجالس اور مرکزی عشروں کا بوجھ اپنے کاندھوں پر لئے ہوئے عشرہ محرم کے سات عشروں اور مجموعی طور پر سو مجالس کے لئے کوئی ایک تو کیا صف اول کے تمام ذاکرین بھی علامہ مرحوم کے پہلے عشرہ محرم کی جگہ اور خلاء بھی پُر نہیں کرسکتے۔

درآنحالیکہ مذکورہ بالا ذاکرین کے علاوہ عقیل ترابی و علامہ عباس کمیلی اور دیگر معاصر مقامی و مہمان ذاکرین عظام اپنے طور پر بھرپور خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ بہر حال اپنی معروفات کو ممتاز مرثیہ گو صدر شعراء اہلبیت حضرت شاداں دہلوی کے اس ترکیبی قطعہ تاریخ پر ختم کرتا ہوں جس کے آخری مصرعہ میں مرحوم کا نام دو مرتبہ استعمال کر کے اس کے مجموعی اعداد 1420 میں سے دو عدد کم کر کے آپ نے علامہ کا قمری ہجری سن وفات 1418 نکالا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ان کا شعور زندگی ان کا شعار زندگی
ذکر حسینؑ ابن علیؑ ذکر حسینؑ ابن علیؑ
دو گام پیچھے ہٹ کے خامہ نے بصد غم لکھ دیا
عرفان حیدر عابدی ' عرفان حیدر عابدی

۱۴۱۸ء

والسلام شریک غم
(سید سبط جعفر زیدی)

ہدیہ سلام

از علامہ سیّد عرفان حیدر عابدی

ملوکیت کی وہ حالت ہوئی حسینؑ کے بعد
سوال بن کے نہ بیعت اٹھی حسینؑ کے بعد

جبین شاہ میں کعبہ سمٹ کے آیا تھا
نماز ایسی کسی نے پڑھی حسینؑ کے بعد

یہ کائنات تھی پتھر حسینؑ سے پہلے
یہ کائنات ہوئی ماتمی حسینؑ کے بعد

یہ دین چشم یزیدی میں دل لگی تھا مگر
یہ دین بن گیا دل کی لگی حسینؑ کے بعد

نگاہ امت عاصی میں کیا تھے اب کیا ہیں
نبیؐ حسینؑ سے پہلے نبیؐ حسینؑ کے بعد

اکھڑ اکھڑ گئیں سانسیں غرور باطل کی
سکوں کی سانس شریعت نے لی حسینؑ کے بعد

یہ اور بات کہ اکبر کے لگ گئی برچھی
خدا کے گھر میں اذاں تو ہوئی حسینؑ کے بعد

جلے خیام ردا بھی چھنی حسینؑ کے بعد
حسینیت تو مگر بچ گئی حسینؑ کے بعد

علیؑ کی بیٹی علیؑ بن کے اس طرح اٹھی
یزیدیت کو فنا کر گئی حسینؑ کے بعد

عزیزو شام غریباں کے گھپ اندھیرے سے
اٹھی یزید شکن روشنی حسینؑ کے بعد

شکست و فتح کا معیار جانچنے والو
صدائے خطبہ زینبؑ سنی حسینؑ کے بعد

یزید سوچ رہا تھا چھپائے خون حسینؑ
علیؑ کی بیٹی نے مہلت نہ دی حسینؑ کے بعد

تیرے بندھے ہوئے ہاتھوں کا فیض ہے زینبؑ
اسیر ہو نہ سکا آدمی حسینؑ کے بعد

رخ یزید کو جھلسا گئی قیامت تک
جلے خیام کی جو راکھ تھی حسینؑ کے بعد

یہ ظلم اور یہ ستم کربلا سے شام تلک
طمانچے کھانے کو بچی رہی حسینؑ کے بعد

یزیدیت کا مقدر جکڑ کے پلٹی تھی
کسی مریض کی اک ہتھکڑی حسینؑ کے بعد

ہماری فکر ہے عرفان حسینؑ کی پابندی
نہ کی کسی کے لیے شاعری حسینؑ کے بعد

خطبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ وَالْاِکْرَامُ عَلٰی سَیِّدِ اَصْلِ مَّا فِی الْوُجُوْدِ، سِرِّ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ مَوْجُوْدٍ نُکْتَۃِ دَائِرَۃِ الْوُجُوْدِ، صَاحِبِ لِوَاءِ الْحَمْدِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ مَوْلَانَا وَھُوَ لَی الثَّقَلَیْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اَھْلِبَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنْ یَّوْمِنَا ھٰذَا اِلٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ حَقٌّ سُبْحَانَہٗ فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ وَقَوْلُہُ الْحَقُّ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ، صلوات

(سورۂ آل عمران: آیت ۳۱-۳۲)

پہلی مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ۝
(سورۂ آلِ عمران، آیت: ۳۱-۳۲)

عزاداران! سید الشہداءؑ! ماتمداران حسینؑ!، عزاخانہ ابو طالبؑ میں ۱۴۰۸ھ کے پہلی مجلس سے خطاب کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ اتحاد بین المسلمین مقصد نگاہ ہے۔ محبتیں تقسیم کرنا ہماری عادات اور حسینیتؑ کا مزاج ہے، حسینیتؑ کا مزاج محبتوں کی تقسیم اور نفرتوں کا خاتمہ ہے۔

اس عشرہ محرم میں ہم انشاء اللہ مقدور بھر کوشش کریں گے۔ کہ تمام مکتب فکر کے مسلمان بھائیوں کو اطاعت رسولؐ کے اصول اور قانون سے آگاہ کریں۔ اس لئے کہ ایمان کا تعلق اطاعت رسولؐ کے مظاہرے سے ہے، ایقان کا تعلق اطاعت رسولؐ کے عملی نفاذ سے ہے۔

عالم اسلام میں جتنی بھی خرابیاں آپ کو نظر آئیں گے، جتنا بھی زوال آپ کو نظر آرہا ہے۔ یہ صرف اور صرف پیغمبر اسلامؐ کے قدموں سے دوری کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ نمازیں تو سب پڑھ رہے ہیں، عالم اسلام میں کون ایسا مسلمان ہے؟ جو نمازیں نہیں پڑھتا، اکثریت مسلمانوں کی نماز پڑھتی ہے، سب سجدے کرتے ہیں، سب روزے رکھتے ہیں، سب خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔

سب خدا کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں، سب اس کی توحید کا پرچم بلند کرتے ہیں، سب اس کی وحدانیت کے شیدا اور متوالے ہیں، سب اسلام کا نام لیتے ہیں، سب

اسلام دوستی کا پرچار کرتے ہیں، سب اسلامی نظام کے علمبردار بنتے ہیں، سب اسلام اسلام چلارہے ہیں، سب کو اسلام ہی کی بات یاد آتی ہے، سب کا مقصد نگاہ ایک ہے، سب کا مقصد اسلام ہے، سب سے پوچھو کہ منشور کیا ہے؟ جی اسلام۔

سیاست آپ کی کیا ہے؟ جی اسلام۔ معیشت آپ کی کیا ہے؟ جی اسلام۔ جمہوریت آپ کی کیا ہے؟ جی اسلام۔ نظام کیا لانا چاہتے ہیں؟ جی اسلام۔ قانون کون سا نافذ کرنا چاہتے ہیں؟ اسلام۔ مقصد حیات آپ کا کیا ہے؟ اسلام۔

جس سے پوچھو؟ اسلام کی بات کررہا ہے۔ جس سے پوچھو؟ اسلام کے علاوہ۔ نظام مصطفیٰؐ کے علاوہ۔ یا مقام مصطفیٰؐ کے علاوہ۔ کوئی اور بات بھی کرتا ہو۔ تو عزیزان محترم! اس عشرہ محرم میں صرف اس نکتہ کی طرف۔ اذہان کو متوجہ کرنا ہے۔ کہ جب سب کا مقصد اسلام، سب کی منزل اسلام، تو پھر یہ نفرتیں کیسی؟ صلوات۔

یہ دشمنیاں کیسی،؟ یہ مخالفتیں کیسی؟ پھر یہ بھائی۔ بھائی کا دشمن کیوں ہے؟ پھر یہ مسلمان مسلمان کے خون کا پیاسا کیوں ہے؟ پھر یہ دین و وطن کے جھگڑے کیسے؟ کس طرح حل ہوں؟ کوئی راستہ نظر نہیں آتا، شدت ہے کہ بڑھتی جارہی ہے، طوفان ہے کہ بڑھتا جارہا ہے، نفرتیں ہیں کہ ان میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔

آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کا سبب کیا ہے؟ یہ دین کے جھگڑے یہ وطن کے جھگڑے یہ علاقے کے جھگڑے ...... یہ برادری کے جھگڑے ...... یہ صوبوں کے جھگڑے ...... یہ قوم کے جھگڑے ...... آخر یہ تعصّبات جنم کیوں لے رہے ہیں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ جب سب کا نعرہ اسلام، سب کا منشور اسلام، سب کا پیغام اسلام۔

سب کا مقصد اسلام، سب کی منزل اسلام، میں نے اس نکتہ پر بہت غور کیا۔ اور اس نتیجے پر پہنچا۔ کہ اگر امت مسلمہ آج بھی مصور پاکستان۔ علامہ اقبال کے اس شعر پر توجہ کرلے۔ تو ان مسائل کا حل آج بھی میسر آسکتا ہے، آج بھی ہم شیر و شکر ہوسکتے ہیں۔ علامہ اقبال نے آج سے تقریباً چالیس پچاس برس پہلے کہا تھا کہ۔

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکہ دین وطن
اس زمانے میں کوئی حیدر کرار بھی ہے

عزیزان محترم! یہ دین و ایمان کے جھگڑے، یہ وطن کے جھگڑے، یہ زبان و لسان کے جھگڑے، یہ صوبوں کے جھگڑے، اقبال نے کہا تھا کہ یہ اس دور کا خیبر ہے۔اس خیبر کو فتح کرنے کے لئے کسی حیدر کرارؑ کی ضرورت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آج بھی ساری دنیا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکتی ہے۔اگر حیدر کرارؑ کے آستانہ سے وابستہ ہو جائے۔ اگر زمانہ علیؑ کے آستانہ پر جمع ہو جائے۔ کیوں ہے علیؑ کا آستانہ مرکز ہدایت؟ کیوں ہے علیؑ کا دروازہ نکتہ اتحاد، وجہ سبب؟ کیوں علیؑ ہی کے در سے ہر بھیک ملتی ہے؟

علم کی بھیک اِس دروازے سے، حلم کی بھیک اُس دروازے سے۔
شعور کی بھیک اِس دروازے سے۔ آگہی کی بھیک اُس دروازے سے۔
معرفت کی بھیک اس دروازے سے، رسالتؐ اس دروازے سے۔
نبوتؐ اِس دروازے سے، شریعت اُس دروازے سے۔
مسائل کا حل اِس دروازے سے، انسانیت کی شان اُس دروازے سے۔
آدمیت کا احترام اِس دروازے سے، شجاعت کا فلسفہ اُس دروازے سے۔
تلوار چلانے کے آداب اِس دروازے سے، صلح کے طریقے اس دروازے سے۔
قرآن اس دروازے سے، توریت اس دروازے سے۔
انجیل اِس دروازے سے، زبور اُس دروازے سے۔
مفہوم قرآن اِس دروازے سے، تاویل اُس دروازے سے۔
تنزیل اس دروازے سے، عملی زندگی اُس دروازے سے۔
صراط مستقیم کا تعین اِس دروازے سے، عبادت کا مفہوم اُس دروازے سے۔
سجدوں کی لذت اِس دروازے سے، نماز کا خلوص اُس دروازے سے۔

عبادت کی معراج اِس دروازے سے، شرافت کا پیمانہ اس دروازے سے۔
ہلاکت سے نجات اِس دروازے سے، مشکلوں میں آسانی اُس دروازے سے۔
کائنات کی صفات اِس دروازے سے، معرفت معصومؑ اُس دروازے سے۔
اطاعت رسولؐ اِس دروازے سے، شان نبیؐ اس دروازے سے۔
معرفت نبیؐ اُس دروازے سے۔

تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ اشھد ان لا اله الا اللّٰه اِس دروازے سے اشھد ان محمد رسول اللّٰه اُس دروازے سے، تو پھر بات یہاں تک آئے گی نا کہ۔ جہاں اشھد ان لا اله الا اللّٰه بھی ملے، جہاں، اشھد ان محمد رسول اللّٰه بھی ملے۔ شرافت ایمان کا تقاضا یہ ہے۔ کہ جہاں سے لا اله ملا،

جہاں سے محمد رسول اللّٰه ملا۔ اس کا سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھے، گلی کوچوں میں اقرار تو کیا جائے۔ علی ولی اللّٰه کہہ کر، یہ ہے وہ آستانہ۔ خدا محفوظ رکھے آپ کو ہر آفت سے، آپ حسینؑ کے دربار میں بیٹھے ہیں۔ یاد رکھو حسینؑ کے دربار میں آفتیں نہیں آتیں۔ حسینؑ کے دربار میں تو حرؓ آتے ہیں۔ صلوات۔

کوئی آفت ادھر نہیں آئی۔ جہاں حسینؑ ہیں۔ وہاں آفت نہیں آتی۔ جہاں حسینؑ ہیں وہاں عافیت ہے، آفت نہیں آتی۔

دوستو اور عزیزو! خالصتاً۔ تمہید آج میرے پورے عشرے کی جان ہے۔ حسینؑ کا آستانہ باعث نجات ہے، اس دروازے پر آنے کے بعد بے چین انسان کو سکون حیات حاصل ہوتا ہے۔ خدا کی قسم! میں آپ سب کی طرف سے گواہ بن کے کہتا ہوں۔ درحالانکہ دلوں کا بھید صرف خدا جانتا ہے، لیکن یہ حسینؑ کا صدقہ ہے۔

میں اپنی پوری قوم کی طرف سے یہ گواہ بن کے کہہ سکتا ہوں۔ کہ جب تک آپ لوگ کاروبار دنیا میں مصروف رہتے ہیں۔ دنیا بھر کا خیال آپ کو آتا ہے۔ یہ ہوگا۔ وہ ہوگا۔ یہ ہو جائے گا۔ وہ ہو جائے گا۔ یہ ہو سکتا ہے۔ وہ ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ ایمان سے بتائیں؟ کہ جب تک آپ مجلس میں بیٹھے رہتے ہیں۔ چاہے آسمان

ٹوٹے یا زمین پھٹے کوئی تصور آپ کے ذہن میں نہیں آتا۔

مقصد و مدعا اتنا ہے کہ۔ عالم اسلام میں یہ جتنی بے چینیاں ہیں۔ یہ بنام اسلام ہیں۔

اسلام کس نے دیا؟ رسولؐ نے دیا، مانتے کسے ہیں؟ رسولؐ کو مانتے ہیں، بات ماننے کی نہیں بات پہچاننے کی ہے، مانتے تو کافر بھی تھے۔ اسے صادق بھی مانتے تھے، امین بھی مانتے تھے، سچا بھی مانتے تھے، اچھا بھی مانتے تھے، عزت بھی کرتے تھے، دولت کی پیشکش بھی کرتے تھے، لیکن اللہ رے۔ یقین کامل مصطفیؐ۔ کفار نے آکر کہا دولت لے لیں، حسن لے لیں، جمال لے لیں، سرداری لے لیں، سارے عرب کے قبیلوں کے سردار بن جائیں، مگر لا الہ الا اللہ نہ کہیں، صراط مستقیم کی بات نہ کریں، بتوں کو برا نہ کہیں۔

اللہ کے رسولؐ نے کہا! اے چچا۔ان کافروں سے کہہ دیجئے۔ کہ اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں۔ تو بھی میں تبلیغ اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہیں آؤں گا۔ اے چچا! ان کافروں سے کہہ دیجئے، پیغمبر اسلام نے تصدیق کر دی ہے کہ چچا آپؑ اور ہیں۔ یہ کافر اور ہیں۔ صلوات۔

اور دوستو عرض یہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اقرار توحید و نبوت کر لینے سے آدمی کامل مسلمان نہیں بنتا، مسلمان ہونے کے بعد دائرہ اسلام میں ثابت قدم رہنا۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ کافر تھے۔ کلمہ پڑھا۔ مسلمان ہوگئے، لیکن مسلمان ہونے کے بعد مسلمان مریں۔ مسلمان جینا آسان ہے۔ مسلمان مرنا مشکل ہے۔

مسلمان جی تو سکتا ہے آدمی۔ لیکن یہ کیسے ثابت ہو؟ کہ جب مر رہا تھا تب مسلمان تھا کہ نہیں تھا۔

اس لئے کہ اطاعت رسولؐ کے لئے قرآن مجید میں ستر مقامات پر آیات آئی ہیں۔ پورے قرآن مجید میں ستر مقامات ایسے ہیں۔ جہاں صرف اطاعت رسولؐ پر بات کی گئی ہے۔ اور یہ آیت جو ہمارا سرنامۂ گفتگو ہے۔ یہ بھی قرآن مجید کا مشہور

سورہ، سورہ آل عمران کی ۳۱۔۳۲ آیت ہے جس کی تلاوت کا شرف حاصل کررہا ہوں۔ اسی پر کل سے انشاء اللہ تفصیلات عرض کروں گا، آج صرف تمہیداً اتنا سمجھ لیں کہ۔ آیت نے کہا:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی

حبیبؐ ان مسلمانوں سے کہہ دیجئے۔کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔ فاتبعونی، تو میرا اتباع کرو، تو دیکھا اطاعت رسولؐ۔ محبت کس کی؟ اللہ کی، اتباع کس کا؟ رسولؐ کا، اللہ کی محبت اللہ کی عبادت سے نہیں ثابت، اللہ کی محبت اللہ کے سجدوں سے نہیں ثابت، بلکہ اللہ کی محبت قرآن کی روشنی میں نبیؐ کے اتباع سے ثابت ہوتی ہے۔ کہ اتباع رسولؐ کون کرتا ہے۔؟

دیکھئے قرآن مجید میں دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ایک اطاعت اور ایک اتباع، یہ دونوں ہم معنی نہیں ہیں، اتباع کے معنی اور ہیں۔اور اطاعت کے معنی اور ہیں۔اطاعت کے معنی حکم ماننا، فرمانبرداری کرنا۔ اتباع کے معنی (Follow) پیچھے، پیچھے۔ یعنی اطاعت قول رسولؐ کی اتباع عمل رسولؐ کا۔ صلوات

اطاعت قول رسولؐ کی۔ جو رسولؐ کہیں اسے ماننے کا حکم، اتباع عمل رسولؐ کا۔ جو رسولؐ کریں ویسا ہی کرنے کا نام اتباع ہے۔

اب یہاں صرف پہلے ہم اتباع پر بحث کریں گے۔ تاکہ منزل آگے کے لئے آسان ہو جائے۔ جو رسولؐ کریں بالکل ویسا کرنا اتباع ہے۔ اب اطاعت قول کی۔ اتباع عمل کا، قولِ رسولؐ کی اطاعت۔ عمل رسولؐ کا اتباع، قول کی اطاعت سب کرلیں گے، یہ کہا رسولؐ نے۔ یہ کہا حضورؐ نے۔ یہ کہا سرکارؐ نے۔ سارے محدث بن جائیں گے، لیکن یہ کیا رسولؐ نے۔ یہ کون بتائے گا؟ یہ کہا رسولؐ نے یہ سب ثابت کردیں گے، لیکن یہ کیا رسولؐ نے۔ یہ کون ثابت کرے گا۔؟

اس لئے کہ رسولؐ کا کرنا روایت میں لکھا نہیں جاسکتا، رسولؐ کے کہنے کو لکھا جاسکتا ہے کرنے کو نہیں لکھا جاسکتا، عمل کتاب میں نہیں آیا کرتا۔

دوستو! ذرا سی توجہ فرمالیں۔ رسولؐ نے یہ کہا۔ راوی بیان کر دے گا۔ کتاب میں آجائے گا، نسلوں تک پہنچ جائے گا، لیکن رسولؐ نے یہ کیا۔ ایسا کون کر کے بتائے؟ پھر سمجھیں اسے، اتباع رسولؐ کا حکم ہے قرآن میں، اب حضورؐ نے یہ کیا۔ یہ کیسے پتہ چلے؟ ساری شریعت تو ایک طرف رہی۔ نماز کا حکم اطاعت، نماز پڑھنا اتباع۔ بس یہ ہے اطاعت اور اتباع نماز کا حکم قرآن میں آیا یہ اطاعت ہے، رسولؐ نے نماز پڑھ کر بتائی یہ اتباع ہے۔

اب جیسی نماز رسولؐ نے پڑھی۔ ویسی پڑھنا۔ یہ ہے اتباع رسولؐ۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان مختلف طریقوں سے نماز پڑھتے ہیں۔

لیکن ہر طریقے سے پڑھنے والا یہی کہتا ہے کہ رسولؐ اللہ ایسے ہی پڑھتے تھے۔ صلوات۔

ہر نماز پڑھنے والا ہر طریقے سے نماز پڑھنے والا یہی کہتا ہے۔ کہ رسولؐ اللہ ایسے نماز پڑھتے تھے۔ یہ نہیں کہتے کہ فلاں راوی ایسے نماز پڑھتا تھا۔ فلاں امام ایسے نماز پڑھتا تھا۔ سب یہی کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ ایسے نماز پڑھتے تھے۔ یہ نہیں کہتے کہ فلاں محدث ایسے نماز پڑھتا تھا، فلاں مفتی ایسے نماز پڑھتا تھا، سب یہی کہتے ہیں کہ رسولؐ ایسے نماز پڑھتے تھے۔

لیکن یہ پتہ کیسے چلے؟ کہ رسولؐ ایسے نماز پڑھتے تھے۔ رسولؐ نماز کیسے پڑھتے تھے؟ رسولؐ روزہ کیسے رکھتے تھے؟ رسولؐ مسکراتے کیسے تھے؟ رسولؐ جنگ کیسے کرتے تھے؟ رسولؐ خطبہ کیسے دیتے تھے؟ رسولؐ محبت کا اظہار کیسے کرتے تھے؟ رسولؐ نفرت کا اظہار کیسے کرتے تھے؟

یہ سب عمل رسولؐ ہے۔ اس کا اتباع آپ کو کرنا ہے۔ چلئے ساری شریعت کی بات نہیں کرتا یہ کیسے ثابت ہو۔ کہ رسولؐ جاگتے ایسے تھے سوتے ایسے تھے؟

آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ رسولؐ نے یوں نہیں۔ یوں نماز پڑھی۔ رسولؐ نے یوں نہیں۔ یوں روزہ رکھا۔ رسولؐ نے یوں نہیں۔ یوں مناسک حج ادا کیے۔ حضورؐ نے

ایسے نہیں۔ ایسے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ یہ تو کہہ سکتے ہیں۔ مگر یہ کون بتائے کہ رسولؐ سوتے ایسے تھے؟ اگر رسولؐ کی طرح نہ سوئیں تو سونا حرام۔

بہت توجہ معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ صلوات۔

یہ کیسے پتہ چلے؟ بھائی جب رسولؐ سو رہے ہیں۔ تو کوئی دیکھ نہیں رہا ہے، ایسے بیڈ روم میں سو رہے ہیں اپنے بستر پر اپنے حجرے میں، کس کروٹ سوتے تھے، آداب کیا تھے؟ داہنی کروٹ سوتے تھے یا بائیں کروٹ سوتے تھے، کون سوئے گا رسولؐ کی طرح؟

کسی سونے والے کو اپنا ہوش نہیں رہتا، کوئی اپنا سونا نہیں بتا سکتا۔ اٹھ کر کہ میں ایسے سویا تھا۔ سر کہیں ہے۔ پاؤں کہیں ہے۔ کچھ پتہ نہیں۔ تو تم تو اتنے بے علم ہو۔ کہ اپنا سونا نہیں ثابت کر سکتے۔ تو رسولؐ کا سونا کیسے ثابت کرو گے؟ اور جب رسولؐ کے سونے کا انداز نہیں بتا سکتے۔ تو اتباع رسولؐ کیسے کرو گے؟ جب اتباع رسول نہیں کر سکتے۔ تو محبوب خدا کیسے بن جاؤ گے؟

تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور تلاش کرنا پڑے گا۔ کسی ایسے اتباع رسولؐ کرنے والے کو۔ جو شب ہجرت اگر بستر رسولؐ پر سو جائے۔ تو دیکھنے والے یہی سمجھتے رہیں کہ علیؑ نہیں نبیؐ سو رہے ہیں۔

یہ ہے اتباع رسولؐ۔ اگر رسولؐ اور علیؑ کے سونے میں ذرّہ برابر فرق ہوتا۔ تو ہجرت کا مقصد فوت ہو جاتا۔ قاتل پیغمبرؐ کا گھر چھوڑ کر پیغمبرؐ کے تعاقب میں نکل جاتے! کہ نہیں سونے کا انداز بتا رہا ہے۔ کہ پیغمبرؐ نہیں کوئی اور سو رہا ہے۔ دشمن تو رسولؐ کے تھے۔ مگر علیؑ سویا، اور جاگتے میں رسولؐ کی نقل نہیں کی۔ جاگتے میں کسی کی شبیہہ بن جانا آسان بات ہے۔

لیکن سونا اس طرح۔ کہ روزمرہ کے دیکھنے والوں کو پتہ نہ چلے۔ اس طرح سکون سے سوئے ہیں علیؑ۔ صبح تک جاگتے نہیں رہے سوئے ہیں۔ اس لئے سوئے ہیں کہ اطمینان تھا، اطمینان اس لئے تھا۔ کہ نفس نبیؐ تھا اور نفس رسولؐ تھا۔ تو نبوت

میں شک نہیں تھا۔ لوگ کہتے ہیں صاحب۔ یہ تو شیعہ حد سے بڑھا دیتے ہیں۔ بھلا کوئی تو پریشانی ہوئی ہو گی؟

اکیلے تھے رات کا سناٹا تھا، تلواریں تھیں، تنہائی تھی۔ چالیس دشمن تھے۔ گھر کو گھیرے ہوئے تھے ایسے میں بھلا کسی کو نیند آسکتی ہے؟

مگر وہ علیؑ جس کا بستر بھی گھرا، گھر بھی گھرا، خود بھی تنہا، چالیس قبیلوں کے لوگ تلواریں لئے ہوئے۔ تلواریں برہنہ، جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے، بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ شیعہ لوگ حد سے بڑھا دیتے ہیں۔ علیؑ کچھ تو بے چین رہے ہیں۔ ہاں! ہاں! علیؑ...... سوئے ہیں۔ مگر ضروری تو نہیں ہے کبھی کبھی تو بے چین ہوئے ہوں گے۔ آخر تقاضۂ بشری بھی تو کوئی چیز ہے؟ رسولؐ بھی پاس نہیں ہے۔ صلوات۔

کچھ تو بے چینی ہوئی ہو گی؟ کچھ تو پریشانی ہوئی ہو گی؟ کوئی کروٹ تولی ہو گی۔ بے چین قسم کی۔ علیؑ نے؟ میں کہتا ہوں۔ یقیناً علیؑ کی بے چینی میں رات گزرتی۔ اگر علیؑ کو نبوتؐ میں شک ہوتا۔ جنہیں نبوتؐ میں شک ہوتا ہے۔ ان کے دن بھی بے چین، ان کی رات بھی بے چین جنہیں نبوتؐ پہ یقین ہو ان کا دن بھی حسین ان کی راتیں بھی حسین یہ ہے یقین۔ صلوات۔

ہاں، ہاں، آپ صحیح کہتے ہیں۔ یقیناً علیؑ کو بے چینی ہوتی۔ اگر نبوتؐ میں شک ہوتا، اگر قول رسالتؐ میں شک ہوتا۔ مگر آپ نے تاریخ میں خود ہی لکھا۔ کہ علیؑ چین سے کیوں نہ سوتے؟ اس لئے کہ علیؑ جانتے ہیں کہ اطاعت رسولؐ کیا ہے؟ علیؑ کو پتہ ہے کہ اطاعت رسولؐ کا مفہوم کیا ہے؟ اطاعت رسولؐ چوں چراں نہیں مانتی، اطاعت رسولؐ کیوں؟ کیسے؟ کیا؟ نہیں مانتی، جہاں کسی نے کیوں؟ کہا اطاعت رسولؐ سے باہر گیا۔

رسولؐ نے کہا علیؑ تم سو جاؤ ہم جا رہے ہیں۔ اب جو جملہ علیؑ نے پوچھا ہے۔ سب نے لکھا ہے، یا رسولؐ اللہ کیا میرے سو جانے سے آپؐ کی جان بچ جائے گی؟ رسولؐ کہتے ہیں ہاں۔ تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر امامتؑ کے قربان ہو جانے سے

رسالتؐ بچ جائے تو پھر کیا کہنا۔

اللہ اکبر! میں قربان جاؤں! عظمت رسالتؐ کے۔ مجھے پھر ایک جملہ یاد آیا، ایک تاریخی جملہ، یقیناً علیؑ بے چین ہوتے، کیونکہ تلواروں کے بستر پر کسی کو نیند نہیں آتی۔ مگر میرا جی چاہتا ہے کہ ہجرت کی شب کے منظر کو دیکھ کر میں ابو طالبؑ کی تربیت کو سلام کروں۔

اگر علیؑ پہلی مرتبہ تلواروں کے بستر پر لیٹے ہوتے تو یقیناً علیؑ کو بے چینی ہوتی۔ مگر باپ نے بائیکاٹ کے زمانے میں جس بستر پر خطرہ ہوا کہ رسولؐ کی جان خطرے میں ہے۔ اس بستر سے رسولؐ کو ہٹایا۔ علیؑ کو لٹایا، بچپن ہی سے علیؑ کو تلواروں کے بستر پر لِٹا کر ہجرت کی ریہرسل کرا رہے تھے۔ صلوات۔

پہلی وجہ ابو طالبؑ تھی۔ کہ بے چین نہیں ہوئے۔

دوسری وجہ...... نبوتؐ میں شک نہیں تھا۔

تیسری وجہ...... قول رسولؐ پر اعتماد تھا، علیؑ تم سو جاؤ ہم جا رہے ہیں۔ ان امانتوں کو اپنے پاس رکھو۔ اور صبح صبح بیدار ہو کر ان کے وارثوں کو یہ امانتیں پہنچا دینا۔ علیؑ کے چین سے سونے کے لئے پیغمبرؐ کا یہی جملہ کافی ہے کہ امانتیں صحیح وارثوں تک پہنچا دینا۔

علی کو اطمینان ہو گیا کہ چالیس کیا چالیس ہزار تلواریں ہوں۔ جب میرے نبیؐ نے کہہ دیا۔ کہ صبح امانتیں پہونچا دینا۔ تو صبح ضرور زندہ اٹھوں گا۔ جب زندہ اٹھوں گا۔ تو امانتیں پہونچاؤں گا، امانتیں پہونچانا ہے لہٰذا کچھ نہ ہوگا۔

علیؑ بھی اگر کوئی مولوی ہوتے تو بحث کر لیتے، یا رسول اللہؐ میں سو جاؤں؟ میں تو ساری رات نمازیں پڑھنے کا عادی ہوں۔ یا رسولؐ اللہ اگر سو گیا تو نماز کیسے پڑھوں گا؟ میری زندگی میں تو ایک رات ایسی نہیں گذری۔ جس میں میں نے نماز نہ پڑھی ہو۔ اور آج پوری رات نماز نہ پڑھ سکوں گا لیکن علیؑ مولوی نہیں تھے علیؑ تھے۔ صلوات۔

علیؑ جانتے تھے کہ مفہوم نماز کیا ہے؟ جس نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ وہی کہہ رہا ہے سو جاؤ۔ دوستو! اطاعت رسولؐ کیا ہے؟ علیؑ جانتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں۔ کہ اس کی لبوں کی جنبش کا نام نماز ہے۔ وہ اگر کہہ رہا ہے سو جاؤ تو اس صورت میں نماز جائز نہیں ہے۔

معلوم ہوا عبادت سجدوں کا نام نہیں ہے۔ عبادت اطاعت رسولؐ کا نام ہے۔ رسولؐ کہیں سو جاؤ تو سو جاؤ۔ رسولؐ کہیں نماز پڑھو تو نماز پڑھو۔ رسولؐ ہجرت کر گئے۔ علیؑ بستر رسولؐ پر سوتے رہے۔ علیؑ اطمینان سے سوئے۔ ساری رات کافر گھر کا محاصرہ کئے رہے۔ صبح اندر داخل ہوئے۔ چادر کا پلو ہٹایا بستر پر نور رسالت نظر آیا۔

اللہ رے! اس نور کی یکسانیت۔ کہ تمام رات بستر پر روشنی رہی۔ مگر کفّار نہ سمجھ سکے کہ نبیؐ اور علیؑ میں کیا فرق ہے؟ ابو جہل آگے بڑھا۔ چادر کا پلّو ہٹا کر ایک جملہ کہتا ہے۔ علیؑ ...... تم یہاں کہاں؟ کہا...... ہاں۔ کہا ...... محمدؐ کہاں ہیں؟ کہا...... میرے حوالے کر گئے تھے؟

اگر یہ کہیں کہ ہاں۔ تو نبوّتؐ کو خطرہ اگر یہ کہیں کہ جانتا نہیں۔ تو علیؑ جھوٹ نہیں بول رہا ہے۔ کیونکہ اگر بتادے تو نبوّتؐ کو خطرہ۔ اور اگر جھوٹ بول دے تو امامتؑ و صداقت کو خطرہ۔ لہٰذا تاریخی جملہ۔ جو ہر مورّخ نے لکھا ہے۔ کہ کیا میرے حوالے کر گئے تھے؟ جو مجھ سے دریافت کر رہے ہو؟ آپ لیٹے لیٹے جواب دے رہے ہیں۔ اور ابو جہل کھڑا ہے۔

دوستو! آج کی مجلس کا تاریخی جملہ! لیٹے لیٹے علیؑ کہہ رہے ہیں کہ کیا میرے حوالے کر گئے تھے؟ ایک مرتبہ ابو جہل بگڑ کر کہتا ہے کہ تمہیں علم ہے بتاؤ؟ اتنا کہنا تھا کہ علیؑ نے لیٹے لیٹے دستِ یداللٰہی بڑھایا۔ اور بھرپور طمانچہ ابو جہل کے منہ پر مارا، دو ہی طمانچے کھائے ہیں ابو جہل نے زندگی میں۔

ایک تو اس وقت۔ جب علیؑ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ اور علیؑ کا ہاتھ اٹھا۔ مجھے نہیں پتہ کہ اس طمانچے کی شدت کیا تھی؟ وہ تو نسیم امروہوی شاعر آل محمدؐ نے اپنے شعر

کے ذریعے اس طمانچے کی عکاسی کر دی ہے۔

وہ دست چپ کی ضرب وہ منہ بد صفات کا
بچپن میں یہ بھی کھیل تھا اک بائیں ہاتھ کا

توجو بچپن میں ابو جہل کو طمانچہ لگا دے اسے کہتے ہیں علیؑ۔ صلوات۔

اور دوسرا طمانچہ ہجرت کی شب کا طمانچہ، مجھے نہیں معلوم کہ یہ طمانچہ کتنا سخت تھا، لیکن خدا جنت نصیب کرے۔ خطیب آل محمدؐ مولانا اظہر حسین زیدی صاحب کو۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہجرت کی شب جو طمانچہ علیؑ نے مارا۔ وہ اتنا سخت تھا کہ ابو اِدھر ہو گیا اور جہل اُدھر ہو گیا۔ صلوات۔

دوستو! پیغمبرؐ شب کے پردے میں نکلے، علیؑ صبح اٹھے۔ کہ امانتیں وارثوں تک پہنچاؤں۔ رسولؐ کے خاندان کو لیا۔ اور مکہ کی گلیوں میں اعلان کیا علیؑ نے۔ کہ جسے دیکھنا ہو دیکھ لے۔ جسے سننا ہو سن لے۔ جسے روکنا ہو روک لے۔ جسے ٹوکنا ہے ٹوک لے۔ میں رسولؐ کی اطاعت میں رات کے پردے میں نہیں علی الاعلان جارہا ہوں۔ اگر کوئی روک سکتا ہے تو مجھے روک لے۔ علیؑ چل دیئے۔

رسولؐ کی ہجرت مکہ سے مدینہ تک۔ مگر اتنی مختصر ہجرت کی۔ مکہ کامیابی کے ساتھ آئے۔

بتوں کو سجدہ کراتے ہوئے آئے، پرچم اسلام لہراتے ہوئے آئے، خانہ کعبہ کی طہارت کرتے ہوئے آئے، فتح کا تاج سر پر رکھ کر رسولؐ آئے۔ لیکن جب رسولؐ کا نواسہ ہجرت کر رہا ہے۔ مکہ سے کربلا کی طرف۔ تو کہہ رہا ہے۔ اے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے۔ میرے ناناؐ! آپؐ کی ہجرت بہت عظیم تھی۔ ناناؐ اگرچہ آپؐ فاتح کی طرح آئے تھے۔ اپنے شہر میں آئے تھے۔ ناناؐ! لیکن میری ہجرت جنگل بسانے کے لئے ہے ناناؐ۔

جنگل میں دل کے پیاروں کی بستی بسائے گا
نانا حسینؑ اب نہ مدینے میں آئے گا

ناناؐ! حسینؑ اب کبھی واپس نہ آئے گا! ناناؐ! خدا حافظ۔ ناناؐ! میرا اسلام قبول ہو۔ یہ میرا آخری سلام ہے۔ ناناؐ! آپؐ کا دین بچانے کے لئے۔ میں قربانیاں دوں گا۔ ناناؐ! اگر میں واپس آتا تو بتاتا، لیکن ناناؐ زینبؑ ضرور واپس آئے گی۔ اس کے بازوؤں کی رسن سے اندازہ لگا لینا۔ بازوؤں کے نشان سے اندازہ کر لینا۔

ناناؐ کتنے مظالم اٹھائے ہیں زینبؑ نے، کیسی کیسی قیامتیں گذر گئی ہیں۔ حسینؑ ناناؐ کی قبر سے رخصت ہوئے۔ عزیزو ماںؑ کی قبر پر آئے، حسینؑ اور زینبؑ۔ اور آنے کے بعد ایک جملہ کہتے ہیں

اماںؑ لہو لہان چمن دیکھنے چلو
زینبؑ کے بازوؤں کے رسن دیکھنے چلو

جزاک اللہ۔ جزاک اللہ۔ یہ آنسو بڑے قیمتی موتی ہیں۔

ان اشک عزا کی قیمت شہزادی فاطمہؑ سے پوچھو۔ ان سے پوچھو۔ جنہیں رونے نہیں دیا گیا۔ سید سجادؑ سے پوچھو۔ روایت میں ہے کہ سید سجادؑ عموماً اس اونٹ کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ جس اونٹ پر سکینہؑ ،زینبؑ کے ساتھ بیٹھا کرتی تھیں۔ اور جب سکینہؑ رونا چاہتی۔ سید سجادؑ ہتھکڑیاں دکھا کر کہتے۔ سکینہؑ مت رونا۔ شمر طمانچہ مارے گا، یہ ہے آنسوؤں کی قیمت۔

حسینؑ ماںؑ کی قبر سے یہ کہتے اٹھے۔ اماںؑ جسے تم نے چکیاں پیس پیس کر پالا تھا۔ وہ آج جارہا ہے۔ اماںؑ دعا کرنا۔ کہ ہر قدم پر ثابت قدم رہوں۔

اماںؑ اس وقت دعا کرنا۔ جب میں نوجوان بیٹے کے سینے سے برچھی کا پھل نکالوں۔

اماںؑ دعا کرنا جب میں اصغرؑ کی قبر بناؤں تو میرے حوصلے میں کمی نہ آئے۔
اک مرتبہ آواز دی اماںؑ صبر کرنا۔ صبر کرنا اگر زینبؑ کی چادر چھن جائے۔
جیسے ہی زینبؑ کی چادر کی بات آئی قبر زہراؑ لرزنے لگی۔
آواز آئی حسینؑ میرا عباسؑ کہاں ہے؟ میرا عباسؑ کہاں ہے؟

حسینؑ نے آواز دی عباسؑ !اماںؑ بلا رہی ہیں، عباسؑ دوڑے آئے اور قبر فاطمہؑ کا بوسہ لیا۔

آواز آئی عباسؑ محمدؐ کی امانت سے خبر دار رہنا۔

عباسؑ تو میرا بیٹا ہے جب تک تیرے بازو رہیں۔ زینبؑ کے پردے سے خبر دار رہنا۔

جزاک اللہ...... آج یکم محرم ہے، عزاداران حسینؑ قربانیوں کا آغاز ہو چکا ہے۔ حسینؑ جو قربانی اب تک دے چکے ہیں۔ وہ بھائی مسلمؑ اور مسلمؑ کے بچوں کی قربانی ہے۔

اور یہیں سے کربلا کا آغاز ہو چکا، کربلا کا آغاز مسلمؑ کی قربانی سے ہو چکا ہے۔ مسلمؑ چلے کس حالت میں دربار میں آئے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، کمر میں بیڑیاں، کمر میں لنگر، گردن میں طوق، پیشانی زخمی، سینے پر تلواروں کے زخم، ہتھکڑی بجاتے ہوئے۔

حاکم کوفہ ملعون نے کہا کہ تم نے امیر کو سلام نہیں کیا۔ مسلمؑ جھوم کر بولے ...... سنو شیعو! یہ ہے تمہاری تاریخ، مسلمؑ کہتے ہیں کہ میرا کوئی امیر نہیں ہے۔ حسینؑ کے سوا۔ اتنا کہنا تھا کہ قتل کا حکم دے دیا۔ جلاد لے کر قلعہ کی جانب چلا تو اب اس طرح سے نہیں۔ مسلمؑ کے ہاتھ میں اب ہتھکڑیاں نہیں ہیں، بلکہ مسلمؑ کے ہاتھ گردن سے بندھے ہیں۔

عزادارو! ادھر مسلمؑ دارالامارہ کی چھت پر جا رہے ہیں۔ ادھر چلتے چلتے حسینؑ نے منزل ثعلبیہ پر قافلہ روکا۔ آواز دی عباسؑ! قافلہ روکو اونٹوں کو بٹھاؤ۔

قافلہ روکا گیا۔ اونٹ بٹھا دیئے گئے۔ محملیں اتاری جا رہی ہیں۔ جناب زینبؑ نے گھبرا کر پوچھا۔ بھیا عباسؑ کیا ہوا؟ شہزادیؑ پتہ نہیں آقاؑ نے حکم دیا ہے، حسینؑ نے آواز دی مصلے لاؤ۔ عباسؑ مصلےّ لائے، امام حسینؑ کوفے کی جانب مصلےّ کر کے بیٹھ گئے، زینبؑ بار بار محمل کا پردہ اٹھا رہی ہیں۔ اک مرتبہ حسینؑ اٹھے۔ علیک السلام یا

سفیرۃ الحسینؑ علیک السلام یا ابن عمی۔ اے میرے سفیر، اے میرے چچا کے بیٹے، میرے بھائی میرا اسلام، زینبؑ نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ بھیاکسے سلام کیا؟

کہا زینبؑ ادھر آجاؤ، زینبؑ محمل سے اتریں، عباسؑ تم بھی ادھر آجاؤ، پتہ ہے کیوں بلایا ہے عباسؑ کو؟ عباسؑ کا مسلمؑ سے دہرا رشتہ ہے۔ مسلمؑ عباسؑ کے چچا کے بیٹے بھی ہیں۔ اور عباسؑ کی بہن کا سہاگ بھی ہیں۔ زینبؑ کہتی ہیں بھیاکسے سلام کیا؟ کہا میرے سفیر نے مجھے آخری سلام کہا تھا۔ زینبؑ کہتی ہیں بھیا، مسلمؑ نے؟ کہاں ہاں، کہا بھیا مسلمؑ کہاں ہیں؟

زینبؑ کے چہرے پر اعجاز امامتؑ کا ہاتھ پھیرا، عباسؑ کے چہرے پر بھی اعجاز امامت کا ہاتھ پھیرا، کوفے کے پردے اٹھے، زینبؑ نے دیکھا۔

حسینؑ کہتے ہیں زینبؑ کچھ نظر آیا؟ زینبؑ کہتی ہیں بھیا کچھ نظر نہیں آیا، ہاں ایک قیدی ہے۔ جس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں۔ وہ بالا خانے کی چھت پر چڑھتا نظر آرہا ہے۔ جلاد تلوار لئے ہوئے ہے، حسینؑ کہتے ہیں زینبؑ یہی تو مسلمؑ ہے۔

اک مرتبہ جیسے ہی مسلمؑ کی گردن کو دیوار پر رکھ کر جیسے ہی جلاد نے تلوار چلانا چاہی۔ مسلمؑ نے گردن اٹھالی۔ ظالم کہتا ہے مسلمؑ مرنا تو تمہاری وراثت ہے۔ مسلمؑ کہتے ہیں موت کے ڈر سے نہیں اٹھا۔ بلکہ حسینؑ سے کہنا چاہتا ہوں۔ کہ مولاؑ کوفہ نہ آیئے۔ مسلمؑ نے سلام آخر کیا۔ زینبؑ نے دیکھا۔ کہ تلوار چلی مسلمؑ کی گردن پر پڑی۔ مسلمؑ کی گردن اندر گری۔ اور جسم دارالامارہ کی بلندی سے زمین پر گرا۔

عزادارو! بس یہ جملہ سن لو، مسلمؑ کا لاشہ زمین پر گرا۔ عباسؑ سے اپنی بہن کے سہاگ کا یہ منظر نہ دیکھا گیا۔ ایک مرتبہ حسینؑ کے قدموں پر بیٹھ کر کہتے ہیں آقا میرے مسلمؑ پر کوئی رونے والا تو ہو؟ حسینؑ کہتے ہیں عباسؑ ذرا غور سے دیکھو مسلمؑ اکیلا نہیں۔ عباسؑ نے دیکھا کہ ایک بی بیؑ سر کے بال کھلے ہوئے مسلمؑ کی لاش پر ماتم کررہی ہیں۔ عباسؑ یہ اماں فاطمہؑ ہیں۔ جو مسلمؑ کی لاش پر نوحہ کررہی ہیں۔

الا لعنة اللّٰہ علی قوم الظالمین

دوسری مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۝
قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿﴾ قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ۝

(سورۂ آل عمران: آیت ۳۱-۳۲)

حضرات گرامی قدر! و بزرگانِ محترم! عزا خانہ ابو طالبؑ میں عشرہ محرم کی دوسری مجلس آپ کی سماعت کے لئے ہدیہ ہے۔ اطاعت رسولؐ ہمارا عنوان گفتگو ہے۔ اور یہ عنوان بذات خود اتحاد بین المسلمین کا امین ہے۔ اس لئے کہ امتِ مسلمہ کے اتحاد کا راز۔ ملت مسلمہ کے اتفاق کا راز، پیروی محمدؐ میں ہے۔ اطاعت رسولؐ میں ہے۔ اطاعت دلیل ایمان ہے، اطاعت اظہار ایمان کا طریقہ ہے، اطاعت کسی بندے کو عام بندے کی منزل سے اٹھا کر منزل سلمانیت اور منزل بوذریت میں داخل کرنے کا نام ہے۔

توجہ تو ہے نا! یہ اطاعت کی منزل ہے، یہ اطاعت کا مفہوم ہے۔ یہ اطاعت رسولؐ کی منزل ہے۔ اور عزیزان محترم۔ بات صرف اتنی ہے کہ خدا نے اس پیغمبر خاتمؐ کی اطاعت کا دیباچہ حضرت آدمؑ کو قرار دیا۔

توجہ! خاتم النبیینؐ کی اطاعت کا دیباچہ۔ حضرت آدمؑ کو قرار دیا۔ کیونکہ خدا نے آدمؑ کو خلق کر کے۔ اقرار ان سے لیا جو اللہ کی اطاعت کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو، اور ان فرشتوں میں چونکہ نور تھا۔ ان فرشتوں میں چونکہ عصمت تھی۔ آسان لفظوں میں یوں کہہ دوں کہ چونکہ ان فرشتوں کی خلقت میں کوئی خامی نہیں تھی۔ اس لئے انہوں نے خلیفۃ اللہ سے کوئی بغاوت نہیں کی۔ اور جس کی تخلیق

میں خامی تھی۔ جس کی خلقت میں کجی تھی۔ وہ عبادت کی وجہ سے تو بلند ہو گیا تھا۔ وہ سجدوں کی وجہ سے آسمان پر پہنچ گیا تھا۔ اطاعت خداوندی سے تقرب الٰہی تو اسے حاصل ہو گیا تھا۔ لیکن سجدوں سے اس کی خامی کا پتہ نہیں چلا، عبادت سے اس کی کجی کا علم نہیں ہوا۔ لاالہ کہنے سے اس کی خلقت کی خباثت کا اندازہ نہیں ہوا۔

اس کے دل کی منافقت کا اندازہ اس وقت ہوا۔ جب اپنے سے ہٹ کر اللہ نے اپنے بنائے ہوئے آدمؑ کا سجدہ کرنے کا حکم دیا، تو اس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا، اور اسے مردود قرار دیا گیا۔ اسے راندۂ درگاہ قرار دیا گیا۔ اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا۔ اس کی عبادتوں کو غارت کر دیا گیا۔ اس کے تقرب کی منزل چھین لی گئی۔ یہ شرف اس کے سر سے اتار لیا گیا۔ قیامت تک کیلئے اس پر لعنتوں کی پھٹکار ڈال دی گئی۔

اللہ نے کسی رحمت سے کام نہیں لیا وہ رحمٰن بھی تھا رحیم بھی تھا۔ وہ معاف بھی کر سکتا تھا۔ لیکن عزیزان محترم۔ اس نے یہی سوچ کر ابلیس کو معاف نہیں کیا۔ کہ آدمؑ جیسے نبیؑ کی اطاعت نہ کرنے والوں کو اگر معاف کر دیا گیا۔ تو قیامت تک نبوتؐ کی اطاعت میں شک کرنے والوں کے لئے گنجائش ہو جائے گی کہ اگر ہم نے جنگ واحد میں اطاعت نہیں کی۔ تو اس نے بھی تو نہیں کی تھی۔ وہ بھی تو معاف کر دیا گیا تھا۔ خدا نے اگر اسے معاف کر دیا۔ تو ہمیں بھی معاف کر دے گا۔

اس نے اطاعت نبیؐ اور اطاعت رسولؐ نہ کرنے والوں کو۔ قیامت تک کے لئے راندۂ درگاہ قرار دے کر یہ بتادیا۔ کہ ہر قصور معاف کیا جا سکتا ہے۔ لیکن نبیؐ کی اطاعت نہ کرنے والا۔ اپنے سجدوں کی وجہ سے معافی نہیں پا سکتا۔ ان کی عبادتوں کی وجہ سے معافی نہیں ملے گی۔ یا یوں کہہ دوں دوستو! کہ مشیت نے قبل آغاز بشریت۔ یہ پیمانہ مقرر کر دیا۔ کہ سجدہ معیار برتری نہیں۔ عبادت معیار بندگی نہیں۔ نمازیں معیار بندگی نہیں۔ معیار فضیلت۔ معیار بندگی۔ احترامِ نبوتؐ ہے۔

آدمؑ کی توہین کرنے والا اگر شیطان بنتا ہے۔ تو خاتم النبیینؐ کو اپنے جیسا کہنے

والے کو کیا نام دو گے؟ اسے کیا نام دو گے اسے کیا کہو گے؟ اور یہ انصاف نہیں ہو گا۔ کہ آدمؑ کا دشمن بھی شیطان۔ خاتمؐ کا دشمن بھی شیطان۔ یہ انصاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ آدمؑ امتی ہے رسولؐ کا۔ رسولؐ نبیؐ ہے آدمؑ کا۔ جس طرح آدمؑ اور خاتم النبیینؐ کی عزت میں فرق ہے نا۔ اتنا ہی آدمؑ اور خاتمؐ کے دشمن کی شرارت اور دلالت میں فرق ہے۔

نام لکھنا پڑے گا، بتانا پڑے گا، تخلص لکھنا پڑے گا، گو ہمارا مدعا صرف اتنا ہے کہ مسئلہ صرف اتنا ہے کہ ملتِ مسلمہ کو یہ بتانا ہے کہ۔ کہ ایمان نام ہے اطاعت رسولؐ کا۔ ایقان نام ہے اطاعت رسولؐ کا۔ سورہ مبارک آل عمران کی آیت نمبر ۳۱ میں اسی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ

حبیبؐ ان سے کہہ دو کہ اگر یہ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو تمہارا اتباع کریں، اور یاد رکھو میرے حبیبؐ جب یہ تمہارا اتباع کریں گے۔ تو اللہ خود ان سے محبت کرنے لگے گا۔ نہیں دوستو۔ پھر توجہ فرمائیں۔ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی**، حبیبؐ یہ تمہاری بزم میں آکر بیٹھنے والے یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم اللہ سے محبت کرنے والے ہیں۔ ان سے کہو اپنی محبت کا ثبوت پیش کریں۔ اور اپنی محبت کا ثبوت ہماری عبادت سے پیش نہ کریں۔ تمہارے اتباع سے کریں۔ بڑی عجیب منزل ہے۔ محبت اللہ کی۔ اتباع رسولؐ کا۔ بھئی ہونا تو یہ چاہئے تھا اگر آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو میری بات مانیں۔

لیکن بڑی عجیب منزل ہے کہ اگر مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے رسولؐ کا اتباع کرو۔ بھئی اگر میں مجمع سے کہوں۔ کہ لوگو اگر آپ کو مجھ سے محبت ہے۔ اور مجھ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ تو وہ مجمع میں جو فلاں صاحب بیٹھے ہیں۔ ان کا اتباع کیجئے۔ تو آپ کہیں گے یہ کوئی بات ہوئی۔ یہ جملہ مہمل ہے۔ عجیب بات ہے جب ہم آپ سے

محبت کرتے ہیں۔ تو اتباع کسی دوسرے کا کیوں کریں؟ آپ سے محبت ہے تو آپ کا اتباع کریں گے یہ ہوئی محبت۔

لیکن قرآن مجید میں خدا نے اپنی محبت کا پیانہ مقرر کردیا ہے۔ میزان مقرر کردیا ہے۔ کہ اگر اللہ کی محبت کا دعویٰ ہے۔ تو اتباع رسولؐ کرو، محبت اللہ کی۔ اتباع رسولؐ کا، اور یہی اتباع ثابت کرے گا۔ کہ تمہیں ہم سے کتنی محبت ہے۔ محبت اللہ کی۔ اتباع رسولؐ کا۔ بہت توجہ۔ انعام کیا ہے؟ اتباع رسولؐ کا؟ یعنی اتباع رسولؐ کے بغیر۔ بندے سے دعوائے محبت بھی قبول نہیں کیا جارہا ہے۔ اور جب بندے نے اتباع کرلیا۔ تو اب دعوائے محبت کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ. اللہ تم سے خود محبت کرنے لگے گا۔

توجہ ...... دیکھیں کبھی کبھی بڑی عجیب منزل ہو جاتی ہے۔ مولاؑ سلامت رکھے تمام ماتم داران حسینؑ کو۔ کہ حسینؑ کو سننے کے لئے تمام گردشوں سے ٹکرا کر آتے ہیں۔ کیونکہ زمانہ بڑا پُر آشوب ہے۔ اور اس لئے آتے ہیں کہ جانتے ہیں۔ حسینؑ نام ہے اس حقیقت حیات کا۔ جہاں موت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مولاؑ آپ سب کو اپنی امان میں رکھے دل سے دعائیں دیتا ہوں۔ عزیزان محترم! توجہ ...... کہ اتباع رسولؐ کے بغیر۔ اللہ بندوں سے اپنی محبت طلب نہیں کرتا۔ اور اتباع پیغمبرؐ کرلیا تو بندے کو دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ. اللہ خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔ یعنی تم محبت نہ کرو۔ بس اتباع رسولؐ کرو۔ اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ تو اللہ کا محبوب کون؟ جو اطاعت رسولؐ کرے۔ رسولؐ اللہ خود محبوب خدا نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ حضورؐ محبوب خدا ہیں۔ محبوب خدا تو وہ ہے جو اطاعت رسولؐ کرے حضورؐ کا پیرو کار محبوب خدا ہے، حضورؐ تو مرکز محبت الٰہی ہیں۔ حضورؐ پیانہ محبت الٰہی کا۔ جو حضورؐ کہیں وہ مان لیں۔

عزیزان محترم! یہ ساری تمہید آپ کے ذہنوں کو جھٹکے دینے کے لئے نہیں تھیں۔ یہ ساری تمہید ملت مسلمہ کے اذہان کو اس حقیقت سے آگاہ کرنے کے

لئے تھیں۔ عالم اسلام کے ذہنوں کو متوجہ کرنے کے لئے۔ میں تاریخ سے نہیں پوچھوں گا کہ ابو طالبؑ نے کلمہ کب پڑھا؟ کب کلمہ نہیں پڑھا۔ مجھے تاریخ سے یہ نہیں پوچھنا ہے کہ ابوطالبؑ ایمان لائے یا نہیں۔ مجھے مورّخ سے یہ نہیں پوچھنا ہے۔ کہ اس نے کیا لکھا ہے۔ مجھے کسی سے کچھ نہیں پوچھنا۔ مجھے تو تاریخ کی کسی بھی جھوٹی سی جھوٹی روایت سے یہ ثابت کردو۔ کہ حضورؐ کی پیدائش سے لے کر حضورؐ کے اعلان رسالت تک۔ کوئی لمحہ ایسا آیا کہ جب ابو طالبؑ نے اطاعت رسولؐ نہیں کی، ہمیں کیا؟

تاریخ آپ کی، مورّخ آپ کا ہے، راوی آپ کا ہے، کتاب آپ کی ہے، حدیث آپ کی ہے، محدث آپ کا ہے، قلم آپ کا ہے، قرطاس آپ کا ہے، مولوی آپ کا ہے، مفتی آپ کا ہے۔ فتوے آپ کے ہیں دعویٰ ہمارا ہے۔ ہم دعویٰ کر رہے ہیں۔ کہ اپنی ہی کسی کتاب سے کوئی یہ ثابت کردے کہ ابو طالبؑ نے کہاں اطاعت رسولؐ نہیں کی۔ کہاں کی بغاوت؟ کہاں کیا نبوت میں شک؟ کہاں بولے اونچی آواز میں رسولؐ سے۔

توجہ! عزیزان محترم! کہاں رسولؐ کی آواز پر آواز بلند کی۔

یا ایہا الذین آمنو الاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی

اے صاحبان ایمان اپنی آوازوں کو رسولؐ کی آواز پر بلند نہ کرو۔ یہ ہے اقرار رسالت۔

عزیزان محترم! قرآن مجید کی کوئی آیت عبث نہیں نازل ہوئی۔ قرآن مجید کی ہر آیت حکم کی منزل میں نازل ہوئی۔ یا مناہی کی منزل میں نازل ہوئی ہے۔ یا کسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ یا کسی چیز سے روکا گیا۔ یہ آیت اسلام کے بیک گراؤنڈ (Back ground) سے نازل ہوئی ہے۔ کہ کوئی اسلام اور ایمان لانے کے بعد بھی رسولؐ سے بلند آواز میں بولتا رہا ہوگا۔ جبھی تو یہ آیت آئی۔ صلوات۔

خبردار اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔ ورنہ تمہارے اعمال حبط

ہو جائیں گے۔ ہے نا؟ یہ ہے احترام رسولؐ۔ یہ ہے مقام نبوت۔[۴] یہ ہے مفہوم اطاعت رسولؐ۔ تاریخ کے موڑ پر یہ مورخ ہمیں بتادے۔ ہم بڑے ادب سے سوال کرتے ہیں۔ تاریخ کا طالب علم ہونے کی حیثیت سے کہ ابو طالبؑ نے کہاں اطاعت رسولؐ نہیں کی؟ کہاں اپنا مشورہ شامل کیا ہے۔ رسولؐ کے حکم میں؟

یاد رکھو اطاعت، کیوں؟ کیا؟ کب؟ کیسے؟ یہ سب نہیں ہے۔ جہاں اطاعت میں کیوں؟ کیا؟ کب؟ آگیا فوراً اطاعت سے باہر ہوگیا۔ دائرہ اطاعت سے خارج ہوگیا۔ رسولؐ جب کہیں کچھ بھی کہیں۔ تو کیا؟ نہ کہو۔ کیوں؟ نہ کہو۔ کیسے؟ نہ کہو۔ جو رسولؐ دے دے۔ اسے لے لو۔ جو جس سے منع کرے۔ اس سے رک جاؤ۔ بس یہ ہے اطاعت رسولؐ۔

گفتگو اس مرحلے پر کہ جب اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ جب بھی کبھی اتباع رسولؐ کیا۔ جس نے بھی اطاعت رسولؐ کی۔ وہ ہوا محبوب خدا۔ **ویغفرلکم ذنوبکم واللّٰہ غفور رحیم۔** اور تمہارے گناہ بھی بخش دے گا۔ وہ غفور بھی ہے۔ رحیم بھی ہے۔ یہ تمام باتیں اس میں ہیں۔ لیکن تم اطاعت رسولؐ کرو۔

تو کوئی مورخ یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ ابو طالبؑ نے کہیں اطاعت رسولؐ سے سر تابی کی ہو۔ اور یہ طے ہے تو پھر لکھو میری تاریخ۔ اور اس تاریخ کے پہلے ورق پر یہ لکھو۔ کہ اس سرزمین عرب کا سب سے پہلا محبوب خدا ابو طالبؑ ہے۔ جتنے بھی رسولؐ خدا کے محبوب بنے ہیں۔ وہ ایمان لانے کے بعد بنے ہیں۔ اور ظاہر ہے جو ایمان لایا ہے وہ اعلان رسالت کے بعد لایا ہے۔ اعلان رسالت سے پہلے نہیں لایا ہے۔ اب ایک جملہ ہے کہ لوگ اتنے ایماندار تھے۔ کہ خدا کو نبوتوں کے آداب سکھانے کے لئے آیتیں بھیجنا پڑتی تھیں۔ کہ یوں کرو۔ یوں بیٹھو۔ یوں اٹھو۔ یوں کہو۔ یہ کہو۔ وہ کہو۔

اور ابو طالبؑ اطاعت کی اس منزل پر تھے۔ کہ اطاعت کی ابھی ایک آیت بھی نازل ہوئی نہیں۔ اور اطاعت رسولؐ کر رہا ہے۔ تو پھر تاریخ کے پہلے ورق پر لکھو۔ کہ

دنیائے عرب کا۔ دنیائے اسلام کا سب سے پہلا محبوب خدا۔ قرآن کی روشنی میں ابو طالبؑ۔ اور جب یہ طے ہوجائے تو پھر تاریخ آگے بڑھاؤ۔ یہ کون ہے؟ یہ وہ ہے۔ جس نے اتبّاع رسولؐ کیا۔ اور اسی سے متصل آیۂ کریمہ میں اطاعت رسولؐ کرنے والوں کی تشریح و تاویل کی گئی۔ اس سے پہلے کی آیت تو اتباع کرنے والوں کے لئے ہے۔ جس نے اتبّاع کیا۔ جس نے نہیں کی۔ انہی کے لئے یہ آیت ہے۔ قل اطیعو اللّٰہ و رسول. حبیبؐ کہہ دو کہ اطاعت کریں۔ اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی۔ فان تولو ان اللّٰہ لا یحب الکفرین. اور جس نے بھی تجھے پُشت دکھائی۔ جس نے بھی تجھ سے روگردانی کی۔ کافر۔ اللہ پھر کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

آپ نے دیکھا؟ اطاعت کرنے والا محبوب خدا۔ اور رسولؐ کو پُشت دکھانے والا کافر جس نے رسولؐ کو پُشت دکھائی۔ وہ قرآن کی آیت کی روشنی میں۔ جس نے بھی حبیبؐ تیرا ساتھ چھوڑا۔ جس نے بھی تجھ سے روگردانی کی۔ کافر۔

دوستو! میری سمجھ میں یہ جملہ نہیں آتا کہ جنگ اُحد میں۔ جب علیؑ کی ذوالفقار کے صدقے میں ہاری ہوئی جنگ جیت لی گئی۔ اور پلٹ کر سارے لوگ آگئے۔ تو پیغمبرؐ اسلام نے علیؑ سے پوچھا۔ کہ علیؑ جب سب چلے گئے تو تم کیوں نہیں گئے؟ تو علیؑ نے تاریخی جملہ کہا تھا، یارسول اللہ۔ اکفرتُ بعد الایمان.

محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں اس کو یوں درج کیا ہے۔ مولاؐ مجھے آپ سے کام: ان سے میرا کیا تعلق؟ کیا میں ایمان کے بعد کافر ہو جاتا؟ عزیزان محترم! علیؑ کا یہ جملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر جب سورہ آل عمران کی اس آیت پر نظر پڑی۔ تو پتہ چلا کہ یہ جوش خطابت نہیں تھا۔

یہ امامؑ کا حکمت میں ڈوبا ہوا کلام تھا۔ کہ علیؑ کی زبان سے ادھر یہ جملہ نکلا۔ کہ یا رسول اللہؐ۔ جنہوں نے آپؐ کا ساتھ چھوڑ دیا وہ ایمان کے بعد کفر اختیار کر گئے۔ اللہ نے علیؑ کے جملوں کو آیت بنا کر قرآن میں درج کر دیا۔ فان تولو فان اللّٰہ لا یحب الکفرین. اے محمدؐ! علیؑ نے ٹھیک کہا ہے۔ جو بھی تمہیں پشت دکھائے۔ اللہ ان

کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

تو مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ کون کیسے مسلمان ہوا۔ کب مسلمان ہوا۔ پہلے ہوا۔ کہ بعد میں ہوا۔ مجھے تو صرف تاریخ کا مورخ اتنا بتائے۔ کہ جنگ اُحد میں ایمان لانے کے باوجود بھی جو رسولؐ کو چھوڑ کر کافر ہو گئے تھے۔ وہ دوبارہ کب مسلمان ہوئے؟۔ صلوات

اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ رسولؐ جو کہے اسے لے لو۔ جس سے منع کرے۔ اس سے باز آجاؤ۔ اطاعت کا یہ مفہوم اس وقت تک کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ جب تک معرفت رسولؐ نہ ہو۔ معرفت رسولؐ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک علم صحیح نہ ہو۔ علم اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا۔ جب تک دروازہ صحیح نہ ہو۔ جب تک علم کا قبلہ صحیح نہ ہو۔ تو ملت مسلمہ پہلے اپنے علم کے قبلہ کو درست کر لے۔

مسئلہ ہے علم کے صحیح حصول کا۔ کہ اگر صحیح (Channel) چینل سے صحیح راستے سے علم آئے گا تو جیسا علم ہو گا؟ ویسی معرفت ہو گی۔ جیسی معرفت ہو گی ویسی عقیدت ہو گی۔ جیسی عقیدت ہو گی ویسی اطاعت ہو گی۔ جیسی اطاعت ہو گی ویسا احترام ہو گا۔ جیسا احترام ہو گا ویسی شخصیت ہو گی۔ جیسی شخصیت ہو گی ویسی سیرت ہو گی۔ جیسی سیرت ہو گی ویسی آخرت ہو گی۔ جیسی آخرت ہو گی۔ ویسا انعام ہو گا۔ صلوات۔

تو عزیزان محترم! اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اگر کلمہ پڑھنے والے رسولؐ کے اطاعت گزار بن جائیں۔ تو پھر دنیا کی کسی طاقت کی اطاعت کرنے پر مجبور نہیں رہیں گے۔ دنیا بھر میں آج یہ مسلمان چالیس سے زیادہ مملکتیں ہیں۔ اور کسی نہ کسی کی غلام ہیں۔ اور اس حد تک غلام ہیں۔ کہ جس کی غلام ہیں۔ اگر اس کی طرف سے کوئی ظلم بھی ہو جائے تو شکوہ نہیں کرتے۔ تو محمدؐ کے غلام ہو جاؤ۔ جہاں سے کسی قسم کے ظلم کی توقع بھی نہیں ہے۔ رحمت ہی رحمت ہے۔ صلوات۔

محمد مصطفیؐ کی غلامی میں آجاؤ۔ ساری دنیا کی طاقتیں تبدیل ہو جائیں گی۔ نظریئے بدل جائیں گے۔ یہ قدم قدم پہ جو غلامی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ ذہنی غلامی۔ فکری غلامی۔ سیاسی غلامی۔ معاشی غلامی۔ علمی غلامی۔ یہ ساری غلامی کی وجہ ہے۔ کہ فکر لے رہے ہیں غیروں سے۔ علم لے رہے ہیں غیروں سے۔ سیاسی فلسفہ لے رہے ہیں غیروں سے۔ اسلام لے رہے ہیں غیروں سے۔ نظریات و افکار لے رہے ہیں غیروں سے۔ امداد لے رہے ہیں غیروں سے سب کچھ لے رہے ہیں غیروں سے۔ اور جو رحمتہ اللعالمینؐ بن کے آیا تھا۔ جس کے دست مبارک میں کائنات کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔ کائنات کا ہر خزانہ جس کی ٹھوکر سے ابلتا ہے۔ عرب کے بدو جس کی جوتیوں کے صدقے میں سرمایہ کار بنے بیٹھے ہیں۔

آج بھی چودہ سو برس بعد بھی اس سے کوئی نہیں مانگتا۔ اس کے قریب جانے سے منع کرتے ہیں۔ یہ اطاعت ہے؟ کیا ہے؟ ایک بات اور کہتا جاؤں چلتے چلتے۔ اطاعت بھی نسلوں میں آتی ہے۔ شرارت بھی نسلوں میں آتی ہے۔ جہاں خون کے ذرّوں میں اطاعت رسولؐ کے ذرات موجود ہیں۔ وہاں اگر مکہ مدینہ نہ بھی جاسکیں تو نام محمدؐ پر دل جھک جاتا ہے۔ ہزاروں میل کے فاصلے کے باوجود بھی ہم تصور میں روضہ رسولؐ چوم لیتے ہیں۔

یہ نسلوں میں اطاعت چلی آرہی ہے۔ اور جہاں نسلوں میں بغاوت ہو وہاں رسولؐ کے پہلو میں رہ کر بھی۔ رسولؐ کے نزدیک رہ کر بھی روضہ رسولؐ پر مر جانے کی توفیق میسر نہیں آتی۔ خدا نیتیں دیکھ کر اقدامات سلب کرلیتا ہے۔ توفیقات کو سلب کرلیتا ہے۔ تو معلوم ہوا ہم روضہ رسولؐ سے ہزاروں میل کے فاصلے پر بیٹھے ہیں۔ تب بھی احترام رسولؐ ہمارے پیش نگاہ ہے۔ تو معلوم ہوا یہ شرافتیں رسولؐ کے نزدیک رہ کر نہیں حاصل ہوا کرتیں۔

اطاعت رسولؐ اگر کرلیتے مسلمان تو صرف پچاس برس بعد یزید کی اطاعت نہ کرتے۔ آخر کیا وجہ تھی؟ سوچو۔ غور کرو۔ کوئی صورت اچھی تھی کم بخت کی۔ کوئی

شکل اچھی تھی؟ کوئی سیرت و کردار اچھا تھا؟ کوئی نمازی تھا؟ یا کوئی غازی تھا؟ کوئی مجاہد تھا؟ کیا تھا؟ کچھ تو بتائیں؟ تھا کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ لیکن سب اطاعت کر رہے تھے۔

ذہنی گراوٹ کا اندازہ کریں۔ صرف نصف صدی گزری ہے رسولؐ کو۔ اور یزیدی زیادہ ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے۔ کہ لوگوں کو اطاعت رسولؐ کا مفہوم سمجھایا نہیں گیا۔ نسلوں کو عادی کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ اطاعت رسولؐ کے فلسفے کو سمجھ ہی نہ سکیں۔ اس لئے وہ یزید کی بھی اطاعت کر رہے ہیں۔ متوکل کی بھی اطاعت کر رہے ہیں۔ ہارون کی بھی اطاعت کر رہے ہیں۔ مامون کی بھی اطاعت کر رہے ہیں۔ مہدی عباسی کی بھی اطاعت کر رہے ہیں۔ ہادی عباسی کی بھی اطاعت کر رہے ہیں۔ ہر گرے سے گرے۔ گندے سے گندے بادشاہ آئے سب کی اطاعت کر رہے ہیں۔

اب آپ غور کریں کہ ہارون و مامون کی اطاعت کر رہے ہیں۔ اور رسولؐ کا بیٹا امام رضاؑ بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ اپنے وقت کے محمدؐ کی اطاعت نہیں کر رہے ہیں۔ اپنے وقت کے یزید کی اطاعت کر رہے ہیں۔ ذہنوں کو اس قدر زنگ آلود کر دیا گیا تھا۔ کہ یزید تخت پہ بیٹھ کے۔ شام کے۔ تخت پہ بیٹھ کے کہہ رہا ہے۔ کہ کوئی نبیؐ نہیں آیا تھا۔ کوئی وحی۔ کوئی خبر نہیں آئی تھی۔ یہ بنی ہاشم کا ایک ڈھونگ تھا۔ جو انہوں نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے مچایا تھا۔

پورا عالم اسلام خاموش تھا۔ اور یزید کھل کے انکار نبوت کر رہا تھا۔ سب کے سب اطاعت یزیدؔ میں اتنا غرق ہو چکے تھے۔ کہ کسی کو اتنا ہوش نہیں تھا۔ کہ یزید کیا کہہ رہا ہے۔ ایسے میں وہ اٹھا جو محمدؐ سے منیت کی منزل میں تھا۔ جو اپنے وقت کا محمدؐ تھا۔ اس نے یہ کہہ کر مدینہ چھوڑا۔ کہ ہم یزیدؔ تجھے من مانی نہیں کرنے دیں گے۔ ہماری زندگی میں تجھے کس احمق نے بتا دیا کہ رسولؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ تو نے رسولؐ کو لا وارث سمجھ کر انکار رسالت کیا ہے۔ انکار وحی کیا ہے۔ انکار قرآن مجید کیا ہے۔ ہم اتنی قربانیاں دیں گے نبوتؐ کی بقاء کے لئے اور نبوتؐ کی زندگی کے لئے۔ کہ کائنات پھر ان قربانیوں کو مل کر بھی نہیں دے سکتی اور مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ہم علی اکبرؑ کی جوانی دیں گے۔ ہم اصغرؑ کا بچپن دیں گے۔ قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑے دیں گے۔ عونؑ و محمدؑ کی جوانی دیں گے۔ بہنؑ کی چادر دیں گے۔ بیٹیؑ کے بندے دیں گے۔ اپنا سر دیں گے۔ عباسؑ کا بازو دیں گے مگر نبوتؐ بچالیں گے۔ ابھی میں نے مصائب نہیں شروع کئے ہیں۔ ابھی میں آپ کو شام کا پس منظر بتا رہا ہوں۔

ایک نعرہ شام کے محل سے اٹھا کہ نبیؐ نہیں تھا۔ حسینؑ نے کہا کہ نبیؐ تھا۔ نبیؐ ہے۔ نبیؐ رہے گا۔ مسلمانوں ۱۴۰۸ھ کے محرم میں اپنے انصاف سے مجھے بتاؤ۔ کہ کس کا نعرہ چل رہا ہے؟ ہے کوئی مسلمان؟ جو اتنا کہے کہ نبیؐ نہیں تھا؟ کوئی نہیں ہے۔ سب یہی کہہ رہے ہیں نا کہ نبیؐ تھا؟ نبیؐ رہے گا۔ حسینؑ کا نعرہ رہے گا؟ یہ نعرہ حسینؑ نے لگایا تھا۔ اور تو کسی نے نہیں لگایا تھا۔ اس نعرے میں حسینؑ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ حسینؑ نے کہا تھا نا؟ بات کس کی چل رہی ہے؟ یہ مت دیکھو کہ سر کس کا کٹا...... یہ دیکھو کہ بات کس کی چلی۔

اور پھر فیصلہ کرو۔ کہ کون جیتا کون ہارا۔ اگر معاذ اللہ۔ کوئی محمدؐ کا نام لینے والا نہ ہوتا۔ اگر محمدؐ کا کلمہ پڑھنے والا نہ ہوتا۔ اگر مسجدیں نہ ہوتیں۔ اگر گلدستہ اذان میں۔ **اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ** کے نعرے کے ساتھ ساتھ **اشھد ان محمد رسول اللّٰہ** کے نعرے نہ ہوتے۔ تو میں یہ کہتا کہ یزید جیت گیا۔ اور اگر قریہ قریہ۔ ایک ایک جگہ۔ محمد مصطفیٰؐ کا نام لینے والے موجود ہیں۔ تو پھر یہ تسلیم کرو۔ کہ یزید ہارا۔ حسینؑ جیتا۔ اور جیتنے کے بعد شکست و فتح کے معیار۔ حسینؑ نے بدل دیئے۔ حسینؑ نے بتایا کہ اکثریت اگر اقلیت پر غالب آجائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اقلیت حق پر نہ تھی۔ ہم بہتر۷۲ نفوس لے کر یزید ملعون کی اکثریت سے ٹکرا جائیں گے۔ اور تاریخ کے مورّخ کو یہ لکھنے پر مجبور کریں گے۔ کہ جس طرح بہتر۷۲ لڑے کوئی نہیں لڑا۔

حسینؑ! ایسے کمانڈر۔ حسینؑ! ایسے سپہ سالار۔ آپ مجھے بتائیں کہ دنیا میں کوئی ایسی فوج ہے۔ جسے اس کا کمانڈر ایک رات پہلے مرنے کا یقین دلا دے؟ اور ان فوجیوں کے حوصلے پست نہ ہوں؟ یعنی ساری فوجیں لڑی ہیں فتح کی امید میں۔ لیکن یہ عجیب

کمانڈر ہے۔ جو کہہ رہا ہے مرنا ہے۔ اور کوئی نہیں جاتا۔ سوچو کتنا عجیب کمانڈر تھا۔ وہ کہتا ہے مرنا ہے چلے جاؤ۔ تمہاری زندگیوں کی ضمانت لیتا ہوں۔ اور جنت کی بھی ضمانت لیتا ہوں۔ اس کا صلہ جنت ہے۔

دوستو! انسان جو بھی نیک کام کرتا ہے جنت کے لئے کرتا ہے نا؟ شہید بھی ہوتا ہے تو جنت کے لئے ہوتا ہے۔ حبیب ابن مظاہرؓ کی قیادت میں اور مسلم ابن عوسجہ کی قیادت میں سارے انصار حسینی خیمہ حسینؑ میں داخل ہوئے۔ اور سر کو قدموں میں ڈال کر جنت کا فلسفہ بتایا ہے سارے مسلمانوں کو۔ کہ حسینؑ ہم نہیں جانتے کہ جنت کیا ہے؟۔

ہم تو اتنا جانتے ہیں۔ کہ تیرے قدموں میں رہنے کا نام جنت ہے۔ زندگی تیرے نام پر قربان ہونے کا نام ہے۔ بھئی جنہیں زندگی مل رہی ہو۔ جنہیں جنت بھی مل رہی ہو۔ وہ پھر بھی حسینؑ کو نہ چھوڑے۔

شب عاشور صرف ایک جملہ کہہ دیا تھا۔ شہزادی زینبؑ نے! بھیا میں دیکھ رہی ہوں کہ فوجوں پر فوجیں آرہی ہیں۔ ہمارا کوئی مددگار نہیں۔ ہمارا کوئی نہیں ہے؟ جو ہماری مدد کے لئے آجائے؟ بھیا اپنے جو ساتھی ہیں ان کا امتحان بھی لے لیا؟ یہ ثابت قدم بھی رہیں گے؟ یہ آواز کسی طرح حسینؑ کے ساتھیوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ تو وہ لوگ بی بی زینبؑ کے خیمے کے قریب آکر اپنی داڑھیوں سے بی بی کے خیمے کے دروازے پر جھاڑو دے کر کہتے ہیں۔ شہزادیؑ! اگر یقین نہیں آتا تو اپنے بھائی عباسؑ کے ہاتھ میں تلوار دے دیں۔ وہ ہماری گردنیں کاٹ کر آپؑ کے قدموں میں ڈالتے رہیں۔

جزاک اللہ! عزادارو! مولاؑ تمہیں سلامت رکھے۔ بی بی زینبؑ کہتی ہیں ہمارا کوئی مددگار نہیں۔ کوئی ہماری مدد کو نہیں آتا۔ زینبؑ نے کہا ہی تھا۔ کہ حسینؑ کی زبان سے ایک جملہ نکلا

ہوتے ہیں بے اصولوں میں کچھ با اصول بھی
کانٹوں کی گود میں نکل آتے ہیں پھول بھی

حسینؑ کی زبان سے نکلا ہوا لفظ حُر کا مقدر بن گیا۔ ادھر شب عاشور نمودار ہوئی۔ عزیزو ایک جملہ سن لیں۔ادھر حُرؑ نے غلام کو طلب کیا۔ نماز کے لئے پانی مانگا۔ وضو کرنے کے لئے بیٹھا۔ خیمے کی پشت سے کسی بی بیؑ کے رونے کی آواز آئی۔ حُر میرے بچے پیاسے مر رہے ہیں۔ تو پانی زمین پر بہا رہا ہے۔

جزاک اللہ! یہی حق ہے غم حسینؑ میں رونے کا۔ حُر نے ادھر اُدھر دیکھا۔ دائیں بائیں دیکھا۔ آواز دینے والا نظر نہیں آیا۔ سوچا شاید میرا وہم ہو۔ حُر نے دوبارہ وضو کرنا شروع کیا۔ ایک جملے کے لئے سارا مصائب پڑھوں گا (ایک جملہ کہوں گا اور وہ جملہ سمجھ لینا تمہارا کام ہے) ایک مرتبہ پھر کسی بی بیؑ کے رونے کی آواز آئی؟ اب جملہ بدلا ہوا تھا۔ اس بی بیؑ نے کہا۔ حُر میرے بچے نے تیرا کیا بگاڑا تھا۔

اب حُر سمجھ گیا کہ کس کی آواز ہے وضو معطل کیا۔ خیمے میں آیا۔ بھائی کو بلایا۔ بیٹے کو بلایا۔ غلام کو بلایا۔ اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔ بھائی! تو چلا جا۔ بیٹے! تو ماں کے پاس چلا جا۔ غلام! تو آزاد ہے۔ سب نے کہا۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ کہا جا رہا ہوں حسینؑ کی خدمت میں۔ حُر کا جوان بھائی کہتا ہے۔ بھیا! کیا میری جوانی عباسؑ سے زیادہ پیاری ہے۔

حُر نے مرحبا کہا۔ بھائی کو کلیجے سے لگایا۔ حُر کا بیٹا۔ حُر کا جوان بیٹا کہتا ہے بابا! کیا میں علی اکبرؑ پر قربان ہونے کے قابل نہیں ہوں؟ حُر نے سینے سے لگایا بیٹا ہم تو تمہارا امتحان لے رہے تھے۔ ایک مرتبہ حُر نے انگڑائی لی۔ اپنے غلام کو دیکھا۔ کہا جا میں نے تجھ کو حسینؑ کے صدقے میں آزاد کیا۔ غلام تو آزاد ہے۔ کہا بہت اچھا آقا۔ عمر بھر کی غلامی کا یہ صلہ دے رہے ہو۔ جب تک جہنم میں رہے تو مجھے ساتھ رکھا اور اب جنت جا رہے ہو تو اکیلے جا رہے ہو؟

عزادارو! سن سکو تو وہ جملہ سن لو! جو قریب آ رہا ہے۔ حُر کا بھائی۔ حُر کا بیٹا۔ حُر کا غلام۔ یہ چاروں نکلے ہیں یزید کے لشکر سے۔ ادھر حسینؑ کے ساتھی خیمے سے باہر نکلے۔ عباسؑ۔ علی اکبرؑ۔ حبیبؑ دیکھو ہمارا مہمان آ رہا ہے۔

فرزند رسولؐ میں آپؑ پر قربان۔ میرے ماں باپ آپؑ پر قربان! میرے مولا! حبیب آئے۔ عباسؑ آئے۔ اکبرؑ آئے۔ حسینؑ کہتے ہیں دیکھو عباسؑ حُر آرہا ہے۔اور اکیلا نہیں آرہا ہے۔ حُر کا بھائی بھی ہے۔ حُر کا نوجوان بیٹا بھی ہے۔ حُر کا غلام بھی ہے۔ کہا مولا کیا حکم ہے؟ کہا حُر عالم غربت میں ہمارا مہمان ہورہا ہے۔ اس کی مہمانداری میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

مولاؑ آپ حکم فرمایئے؟ کہا عباسؑ ایسا کرو کہ حُر کے بھائی کا استقبال تم کرو گے۔ علی اکبرؑ ادھر آؤ۔جی باباؑ۔ حُر کے بیٹے کا استقبال تم کرو گے۔ بہت بہتر بابا۔ حبیبؓ تم ہمارے بچپن کے دوست ہونا؟ حُر کا استقبال تم کرو گے۔اب رہ گیا حُر کا غلام تو اس کا استقبال خود حسینؑ کریں گے۔

حُر آیا۔ قدموں پر گرا۔ کہا مولاؑ اکیلا نہیں آیا ہوں۔ مولاؑ آپ کی ماں زہراؑ نے بھیجا ہے۔ آپ کی ماں فاطمہ زہراؑ نے بھیجا ہے۔ ہر ایک نے بڑھ کر استقبال کیا۔ حُر کے بھائی کو عباسؑ نے سینے سے لگایا۔ حُر کے بیٹے کو علی اکبرؑ نے کلیجے سے لگایا۔

اب کربلا کے میدان نے عجیب و غریب منظر دیکھا۔ حُر کا غلام اپنے وقت کے امامؑ کے سینے سے یوں لگا۔ کہ حسینؑ ہاتھوں کو پھیلائے آگے بڑھے۔ آ بھائی تو ہمارا محسن ہے۔

بس آخری جملہ۔ جس کے لئے زحمت دی۔ ادھر حُر کا استقبال ہورہا تھا۔ کہ اک مرتبہ اچانک زینبؑ کے خیمے کا پردہ اٹھا۔ فضہؑ کی آواز آئی حُر! تجھے علیؑ کی بیٹیؑ بلا رہی ہے۔ حُر دوڑا اور خیمے کی دہلیز پر بیٹھ گیا۔ فضہؑ نے کہا حُرؑ زہے نصیب تیرا کہ تجھے عباسؑ کی بڑی بہن زینبؑ سلام کہہ رہی ہے۔ حُر تجھے عباسؑ کی بہن زینبؑ سلام کہہ رہی ہے۔

ارے حُرؑ نے سینہ پیٹ لیا کہ آل محمدؐ پر یہ وقت آیا کہ شہزادیاںؑ غلاموں کو سلام بھیجیں۔

عزادارو! ایک جملہ بس! ایک جملہ۔ جناب زینبؑ کہتی ہیں۔ حُر۔حُر۔ میں

تیرا احسان نہیں اتار سکتی۔ حُر۔ تو عالم غربت میں ہمارا مہمان ہوا ہے۔ حُر۔ تو میرے بھائی کا نہیں۔ زینبؑ کا محسن ہے۔ حُر اگر مدینہ ہوتا تو تیری مہمان داری کرتے۔ ہم تو پانی کے قطرے کے محتاج ہیں۔ حُر ہم تیرا حق تو ادا نہیں کر سکتے۔ مگر اپنے دروازے پر آئے ہوئے کسی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے۔ زینبؑ کا تجھ سے وعدہ ہے۔ زینبؑ تیرا احسان اتارے گی۔ اگر وقت نے مجھے رونے کا موقع دیا تو حسینؑ کی لاش سے پہلے تیری لاش پر بہن بن کر ماتم کروں گی۔ حر۔ زینبؑ تیری بہن بن کے روئے گی۔ حر تیری بہن بن کے............

تیسری مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ
یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ۝
(سورۂ آلِ عمران، آیت ۳۱-۳۲)

انجمن محبان حسینؑ کی جانب سے ادائیگی اجر رسالتؐ کا عزا خانہ ابو طالبؑ میں آج تیسرا مرحلہ۔ اطاعت رسولؐ ہمارا عنوان گفتگو ہے۔ زندہ رہیے سلامت رہیے۔ حفظ و امان میں رہیے۔ مولاؑ کی۔ جہاں بھی شیعان حیدر کرارؑ ہیں۔ خدا ان سب کو امام زمانہؑ کے حفظ و امان اور ضمانت میں رکھے۔

ایسے پر آشوب۔ ماحول میں۔ ایسے پر ہول حالات میں بھی ہم دامن حسینیت سے وابستہ ہیں۔ تاحد نگاہ شیعان حیدر کرارؑ کا موجیں مارتا ہوا سمندر۔ ایسے عالم میں جبکہ شہر کے سارے راستے بند ہوں۔ اتنی بڑی تعداد میں مومنین کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ۔

قدم حسینؑ کی جانب بڑھائے جائیں گے
زمانہ ساتھ ہمارے چلے نہ چلے

حسینؑ میں اور انسانوں میں یہ بھی ایک فرق ہے۔ کہ امت اسے کہتے ہیں۔ جو زمانے کے سیلاب کے ساتھ بہہ جائے۔ حسینؑ اسے کہتے ہیں۔ جو ہر سیلاب کو اپنے ساتھ بہا کر لے جائے۔ زمانہ گردش۔ کی ٹھوکروں میں پروان چڑھاتا ہے۔ اور گردش حسینؑ کے قدموں کی ٹھوکروں میں رہ کر عزت و افتخار محسوس کرتی ہے۔

زمانہ تاریخ کا محتاج ہے۔ تاریخ حسینؑ کی محتاج ہے۔ زمانہ تاریخ کے صفحات کا محتاج ہے۔ حسینؑ تاریخ کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ وہ ہے۔ جو حسینؑ سے شروع ہو حسینؑ پر ختم ہو۔ اور جو تاریخ حسینؑ سے شروع نہیں ہوتی۔ حسینؑ پر ختم نہیں ہوتی وہ قصے کہانیوں کا پلندہ ہوتی ہے۔ تاریخ کی روشنی نہیں ہوتی۔

اطاعت رسولؐ لغت میں جو کچھ بھی ہو۔ کتابوں میں جو کچھ بھی ہو۔ اطاعت رسولؐ کا سب سے اعلیٰ ترین مظاہرہ۔ اگر تاریخ انسان میں ہوا ہے۔ تو وہ صرف کربلا میں۔ یعنی حسینؑ کے جاں نثار۔ حسینؑ کی اطاعت کر کے اپنے وقت کے محمدؐ کی اطاعت کر رہے ہیں۔

منیت رسولؐ کی منزل پر فائز۔ حسینؑ کے فرماں بردار بن کر اعلان کر رہے تھے۔ کہ قرآن نے بجا ارشاد فرمایا ہے۔ کہ حبیبؐ تم سے جو محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان سے کہو کہ وہ تمہارا اتباع کریں۔ اور ان سے کہو۔ کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں اور تمہاری اطاعت کریں۔ اگر تمہاری اطاعت نہیں کی۔ تو پھر تم سے روگردانی کی تو پھر اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

عزیزان محترم! ایک مقام پر تو قرآن میں ارشاد ہوا کہ **من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ** جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

یعنی اب میں کسی کو اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی عزت نہیں کروں گا۔ میں تو تاریخ میں یہ دیکھوں گا۔ کہ رسولؐ کی اطاعت کس نے کی۔ رسولؐ کی فرمانبرداری کس نے کی۔ قدم بہ قدم کون ساتھ رہا۔ رسولؐ کی حفاظت کس نے کی۔ رسولؐ کی نصرت کس نے کی۔ رسولؐ کی مدد کس نے کی۔ شمع رسالتؐ کا پروانہ کون رہا۔

عزیزان محترم! سرداری حاصل کرنے کے لئے پیشین گوئی سننے کے بعد اطاعت رسولؐ کس نے کی۔ تو سرداری حاصل کرنے کی پیشین گوئی سننے کے بعد اطاعت رسولؐ کرنا اور بات ہے۔ نصرت رسولؐ میں اپنی سرداری کو داؤ پر لگا دینا صرف

ابو طالبؑ کا کام ہے۔ ہم نے گوشہ مجلس میں عرض کیا تھا۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

خدا کے یہاں! عزت کا پیمانہ !وفائے محمدؐ ہے! وفاداری اطاعت کی محتاج ہے۔ اور اطاعت معرفت پر مبنی ہے۔ معرفت علم پر مبنی ہے۔ علم دروازے پر ہے۔ درباروں میں نہیں ہے۔ علم دروازے پر ہے۔ رسولؐ کی اطاعت کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ پہلے علم کا دروازہ میسر آجائے۔ اس لئے کہ جیسا علم ہوگا ویسی معرفت ہوگی۔ جیسی معرفت ہوگی ویسی اطاعت ہوگی۔ تو عزیزان محترم۔ اس وقت تک کسی مسلمان کی بخشش نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اطاعت رسولؐ میں اپنے آپ کو غرق نہ کرلے۔

یعنی صرف کلمہ پڑھ لینا ہی کافی نہیں ہے۔ کسی کو جنت کا پروانہ اس وقت تک نہیں مل سکتا۔ جب تک کہ اطاعت رسولؐ کا عملی مظاہرہ نہ کرے۔ اطاعت ایسی تو ہو کہ جس کی تائید قرآن بھی کرے معصومؑ بھی کرے۔

اطاعت! وہ نہیں جو راویوں نے بیان کی۔ اطاعت! وہ نہیں جو فلسفیوں نے بیان کی۔ اطاعت! وہ نہیں جو بادشاہوں کے اشارے پر لکھی جانے والی تاریخ کے مورخوں نے بیان کی۔ اطاعت !وہ ہے کہ جس کی تائید قرآن بھی کرے۔ رسولؐ بھی کرے۔ اور معصومؑ بھی کرے۔ قرآن کی آیت آئی۔ **و انذر عشیرتك الاقربین.** (سورۂ شعراء آیت ۲۱۴) حبیبؐ سب سے پہلے اپنے قرابت داروں کو دعوت ایمان دو۔

اب دوستو! میں یہاں پر آپ کی خصوصی توجہ چاہتا ہوں۔ اس تمہید سے گزرنے کے لئے۔ سب سے پہلے تمام مسلمان بھائی میری تقریر سن رہے ہیں۔ پوری محبت سے میں نے اتحاد بین المسلمین کا پیغام دیتے ہوئے اس آیت کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے۔ آیت نازل ہوئی حبیبؐ! سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو

دعوت ایمان دو۔

سب سے پہلے ہدایت گھر سے شروع ہو گی۔ اپنے قرابت داروں کو دعوت ایمان دو۔ یہ نہیں کہ اپنے چچا کو دعوت ایمان دو۔ اپنے بھائی کو دعوت ایمان دو۔ اپنی بیوی کو دعوت ایمان دو۔ بلکہ اپنے قرابت داروں کو دعوت ایمان دو۔ ہمیں عمل پیغمبرؐ کو دیکھنا ہے کہ پیغمبرؐ کسے دعوت ایمان دے رہے ہیں۔ دیں گے یقیناً دعوت ایمان۔ مگر جنہیں پیغمبرؐ دعوت پہ بلائیں گے وہ کافر ہوں گے۔ جو دعوت کا اہتمام کرے گا۔ وہ کل ایمان ہو گا۔

توجہ ہے نا! ہمیں پیغمبرؐ کا عمل دیکھنا ہے نا؟ جنہیں پیغمبرؐ دعوت ایمان دیں گے وہ کافر ہوں گے۔ جس کے گھر میں دعوت ہو گی۔ وہ ایمان کا میزبان ہو گا۔ کافر نہیں۔

نہیں! نہیں! دوستو! آپ نے توجہ نہیں فرمائی۔ آپ دیکھیں۔ دعوت ذوالعشیرہ میں جیسے ہی یہ آیت نازل ہوئی پیغمبرؐ علیؑ کے پاس آئے۔ تمام تاریخیں متفق ہیں۔ اور دعوت ایمان دینے کے لئے ابو طالبؑ کے گھر کا انتخاب کیا۔

ایمان کی دعوت کافر کے گھر میں؟ بہت توجہ! عزیزان محترم! دعوت ایمان دینے کے لئے ابو طالبؑ کے گھر کا انتخاب کیا۔ ابو طالبؑ کے بیٹے کو میزبانی کا شرف عطا کیا۔ کہا! یا علیؑ! دعوت کا اہتمام کرو۔ کافروں کو بلاؤ۔ یعنی دعوت کا اہتمام کرو کافروں کو بلاؤ۔ جو دعوت کا اہتمام کرے وہ اور ہے۔ اور جن کے لئے دعوت کی جائے۔ وہ اور ہیں۔

تو عزیزان محترم! مجھے دعوت ذوالعشیرہ نہیں پڑھنا ہے۔ بات اطاعت کے مفہوم کی سمجھانی ہے۔ دعوت ہو گئی۔ پیغمبرؐ اسلام نے دعوت دے کر اعلان رسالت کر دیا۔ علیؑ نے کھڑے ہو کر پیغمبرؐ کی تائید کر دی۔ تصدیق کر دی۔ یا رسولؐ اللہ میں گواہی دیتا ہوں وحدہ لاشریک خدا ہے۔ آپؐ اس کے رسولؐ ہیں۔ میں نے زمین پر نہیں آسمان پر آپؐ کو زیور رسالتؐ سے آراستہ دیکھا ہے۔ یہ سن سنا کر ایمان لائے ہیں۔ میں آپؐ کی رسالتؐ کا عینی گواہ ہوں۔

یا رسولؐ اللہ! اعلان رسالتؐ! آپؐ کیجئے۔ تصدیق رسالتؐ! میںؑ کروں گا۔ ہجرت آپ کیجئے۔ بستر پر میںؑ سوؤں گا۔ جنگ آپ کیجئے۔ فتح جنگ میںؑ کروں گا۔ قرآن آپ سنایئے۔ تفسیر میںؑ دوں گا۔ یارسولؐ اللہ! احکامات آپؐ دیجئے۔ نافذ میںؑ کروں گا۔ رسالتؐ آپؐ کی ہوگی۔ ولایت میری ہوگی۔ حکم آپؐ کا ہوگا۔ حکومت میری ہوگی۔

یورپین مورخ مسٹر گبن نے دو جملے لکھے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اس وقت سکوت مرگ طاری تھا۔ سارے کافروں پر۔ لیکن ایک بارہ برس کا بچہ کھڑا ہوگیا۔اور چلا کر کہا! یارسولؐ اللہ! میں گواہی دیتا ہوں! کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ علیؑ کے یہ جملے سب نے لکھے۔ مسلم اور غیر مسلم مورخین موجود تھے۔

تاریخ طبری۔ ابن خالدون نے اپنے مقدمے میں لکھا۔ مولانا مودودی نے۔ سب نے لکھے۔ علیؑ کے ان جملوں کو۔ علیؑ نے دو جملے کہے۔ یارسولؐ اللہ میں آپؐ کی اطاعت کروں گا آپؐ کا اتباع بھی کروں گا۔ اب سورہ آل عمران کی آیت نازل ہوئی ہے۔ بس جو آیت نازل ہونے کے بعد بھی اتباع رسولؐ نہ کریں۔ وہ اور ہوتے ہیں۔ جو آیت نازل ہونے کے پہلے اتباع رسولؐ کا اعلان کرے۔ شریعت محمدیؐ میں اسے معصومؑ کہتے ہیں۔ معصومؑ کہتے ہیں۔ صلوات۔

ابھی اطاعت رسولؐ کی آیت نہیں نازل ہوئی۔ علیؑ نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ. علیؑ نے کہا۔ کہا۔ سنا نہیں۔ علیؑ نے کہا ہے۔ کہنے اور سننے میں فرق ہے۔ میں نے سنا۔ اپنے باپ سے اور جہاں یہ سب سلسلے ختم ہوں گے۔ وہ سب سننے پر ختم ہوں گے۔

لیکن عزیزان محترم! علیؑ! کائنات میں واحد انسان ہے۔ جو یہ کہتا ہے۔ لا الہ الا اللّٰہ. محمد رسول اللّٰہ. میں نے سنا نہیں۔ میں نے کہا ہے۔ میں نے کہا ہے۔ صلوات۔

بھئی! دیکھئے! دیکھئے نا! اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ. میں نے سنا اپنے باپ سے۔

آپ نے سنا اپنے باپ سے۔ اس نے سنا اپنے باپ سے۔ اس نے سنا اپنے باپ سے۔اور اسی طرح چودہ سو برس کی جب یہ نسلیں طے ہو جائیں گی۔ تو انہوں نے سنا علماء سے۔ علماء نے سُنا تابعی سے۔ تابعی نے سُنا تبع تابعی سے۔ تابعی نے سنا صحابہ سے۔ صحابہ نے سنا رسولؐ سے۔ لیکن علیؑ کائنات کا واحد انسان ہے جو یہ کہے گا کہ میں نے سنا نہیں۔ میں نے سب سے پہلے لا الہ الا اللّٰہ کہا۔ میں نے محمد رسول اللّٰہ کہا۔ میں نے کسی سے سن کر نہیں کہا۔ میں نے کہا سب نے سنا۔

بہت توجہ! مجھے کہتا ہوا دیکھ کر سب نے کہا! مجھے کہتا ہوا دیکھ کر سب نے سنا اور پڑھا!سب نے مجھ سے سنا تو نوے کروڑ مسلمانوں کی مشترکہ میراث عزت ہے۔ علیؑ کی۔ کہ سارے مسلمان جو کلمہ پڑھتے ہیں۔وہ نبیؐ کی نہیں علیؑ کی سنت ہے۔ چونکہ یہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ. پیغمبرؐ نے بھی کہا۔ علیؑ نے پیغمبرؐ سے بھی سنا۔ علیؑ نے کہا۔ بھئی پیغمبرؐ نے تو دعوت ذوالعشیرہ میں۔

ساری کتابیں اٹھا کر دیکھ لو۔ صرف اتنا کہا ہے۔ اے گروہ عبدالمطلبؑ۔ میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بہترین نعمتیں لے کر آیا ہوں۔ تم میں سے کون ہے جو میرے ساتھ میری مدد کرے۔ میری معاونت کرے۔ میرا بھائی بنے۔ میرا وصی بنے۔ میرا وزیر بنے۔ میرا ولی بنے۔اب اس میں لا الہ الا اللّٰہ کہاں ہے؟ بتایئے اس خطبے میں کہیں ہے؟اس میں محمد رسول اللہ کہاں ہے۔ نہیں ہے نا۔ بھئی پیغمبرؐ اسلام نے کہا۔ میں لایا ہوں۔ دنیا و آخرت کی بہترین نعمتیں تمہارے لئے۔ تم میں سے کون ہے جو اٹھے میرا ساتھ دے۔ علیؑ اٹھے۔ علیؑ کے اٹھنے کے بعد۔نصرت سے پہلے اعلان کیا۔اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ.

ہاں پیغمبرؐ کا ایک جملہ ہر جگہ لکھا ہوا ہے۔ جو بھی آج میری تصدیق کرے گا۔ تائید کرے گا۔ میری نصرت کا وعدہ کرے گا۔ وہ آج سے میرا جانشین ہوگا۔ آج ہی سے میرا وزیر ہوگا۔ آج ہی سے میرا خلیفہ ہوگا۔ آج ہی سے میرا وصی ہوگا۔ پیغمبرؐ نے کہا جو میری نصرت کرے گا۔ میری مدد کرے گا۔وہ آج ہی سے میرا ولی ہوگا۔ علیؑ

اٹھے۔ علیؑ نے کہا! اشهد ان لا اله الا الله. اشهد ان محمد رسول الله. اور میں تصدیق کرتا ہوں۔ خدا کی وحدانیت کی اور آپؐ کی رسالت کی۔

میں آپؐ کی اطاعت کروں گا۔ میں آپؐ کا اتباع کروں گا۔ میں آپؐ کے دشمنوں کی ہڈیاں توڑوں گا۔ میں آپؐ کی سپر رہوں گا۔ میں اپنی جان قربان کردوں گا۔ میرے باپ نے میری تربیت ہی ایسی دی ہے کہ رسالتؐ کو بچالوں۔ اپنے کو قربان کردوں۔ جب پیغمبرؐ نے یہ سنا۔ علیؑ کے قریب آئے۔ علیؑ کی گردن پر محبت سے ہاتھ پھیرا۔ سارے مجمع کو خطاب کر کے کہا۔ سنو جو سن رہا ہے وہ سن لے۔ جو دیکھ رہا ہے۔ وہ دیکھ لے۔ علیؑ آج سے میرا بھائی ہے۔ آج ہی سے میرا وصی ہے۔ آج ہی سے ولی ہے۔

تو عزیزان محترم! میں نے ابھی عرض کیا تھا۔ نا۔ کہ ۹۰ کروڑ مسلمانوں کی آبرو۔ ۹۰ کروڑ مسلمان جو کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ وہ علیؑ کی سنت ہے۔ نبیؐ کی سنت نہیں ہے۔ علیؑ کی سنت ہے۔ جب علیؑ نے نبیؐ کی صدیق کردی۔ تو پیغمبرؐ نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ پیغمبرؐ نے کہا اشهد ان عليا ولى الله پیغمبرؐ نے کہا۔ جو کلمہ ہمارے ۹۰ کروڑ مسلمان بھائی پڑھتے ہیں۔ وہ ہمارے علیؑ کی سنت ہے۔ اور جو کلمہ ہم پڑھتے ہیں وہ نبیؐ کی سنت ہے۔ صلوات۔

یارسول اللہؐ۔ میں پیروی بھی کروں گا۔ فرمانبرداری بھی کروں گا۔ تو بس علیؑ کی ڈیوٹی ہے۔ کہ علیؑ پیغمبرؐ کی فرمانبرداری کریں۔ بس اب تو مجھے یہ دیکھنا ہے کہ پیغمبرؐ علیؑ کو کیا دیتے ہیں؟

رسولؐ نے بچپن ہی سے علیؑ کے سر پر تاج ولایت سجایا۔ جہاں سے رسالت کا آغاز۔ وہیں سے ولایت کا آغاز۔ جہاں سے محمدؐ رسول الله۔ وہیں سے۔ علیؑ ولی الله۔ علیؑ نے کہا میں آپؐ کی اطاعت کروں گا۔ رسولؐ کہہ رہے ہیں یہ میرا وزیر ہے۔ یہ میرا وصی ہے۔ یہ میرا خلیفہ ہے۔ اسے سنو اس کا اتباع کرو اس کی اطاعت کرو۔

یہ ہیں تاریخ کے جملے۔ علیؑ کی اطاعت کرو۔ علیؑ کی اطاعت کا حکم پیغمبرؐ نے دیا تھا۔ نہیں۔ تو مسلمانوں کی تاریخ نے ابو جہل کا یہ جملہ کیوں لکھا؟ اے ابو طالبؑ۔ اب تک تو بھتیجے کی اطاعت کرتے تھے۔ اب بیٹے کی بھی اطاعت کرنا۔ مولاؑ سلامت رکھے آپ کو۔ ابھی میں نے اس جملے کی وضاحت نہیں کی۔ ابو جہل کم بخت۔ جاہلوں کا باپ تھا۔ مگر بات بڑی پڑھی لکھی کر گیا۔ حق تو حق ہی ہے۔ یہی تو حق ہوتا ہے۔ جو زبان کفر پر جاری ہو جائے۔

کیا کہا ابو طالبؑ۔ سے؟ طنز کر کے بولا۔ ابو طالبؑ! اب تک تو بھتیجےؐ کی اطاعت کرتے تھے۔ ابو جہل کہہ رہا ہے۔ کفر کی زبان پر حق جاری ہو رہا ہے۔ یہ عجیب منزل ہے۔ ابو طالبؑ اب تک تو بھتیجے کی اطاعت کرتے تھے۔ اب بیٹےؑ کی اطاعت بھی کرنا۔

تو عزیزان محترم! طنزیہ ہی سہی۔ مگر سرسری نہیں گزرنے دوں گا۔ ابو جہل کے اس جملے نے ابو طالبؑ کے کردار اور عظمت کے سامنے مورخوں کو جھکا دیا۔ اعلان رسالتؐ سے پہلے بھی بھتیجا سمجھ کر نہیں۔ رسولؐ سمجھ کر اطاعت کرتے تھے۔ اور اسلام کلمہ پڑھنے کا نام نہیں ہے۔ اطاعت رسولؐ کرنے کا نام ہے۔

آج بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ۔ کیا ضروری ہے! کہ اذان میں اشھد ان علی ولی اللہ بھی کہا جائے۔ رسولؐ نے اطاعت علیؑ کا حکم دے کر بتایا کہ یہ اتنا ضروری ہے۔ کہ۔ یعنی علیؑ کی ولایت اتنی بلند مرتبہ ہے کہ جہاں ابو طالبؑ جیسے جلیل القدر باپ بھی علیؑ کی اطاعت کرتے ہیں۔

ارے آپ اندازہ تو کیجئے کہ جناب فاطمہؑ بنت اسد جیسی علیؑ کی ماں۔ جسے رسولؐ نے اپنی ماں کہا۔ جس کی قبر رسولؐ نے بنائی۔ جس کی قبر میں رسولؐ لیٹے۔

جس کو کفن کے طور پر رسولؐ نے اپنا کرتا دیا۔ جس کے لئے رسولؐ نے مرثیہ کہا۔ تو اس کی جنت میں کوئی شک ہے؟ ہے کوئی شک؟ اس فاطمہؑ بنت اسد کے لئے قول معصومؑ یہ آیا۔ کہ جب ہماری جدہ ماجدہ کو دفن کر دیا گیا۔ اور فرشتے قبر میں سوال کو آئے۔ اے فاطمہؑ بنت اسد! اے نیک بی بیؑ! تیرا اللہ کون ہے؟ کہا میرا اللہ۔ وحدہ لا

شریک ہے۔ تیرا رسولؐ کون ہے؟ کہا میرا بیٹا محمدؐ۔ میرا رسولؐ ہے۔ کہا تیرا امامؑ کون ہے؟ تو اب فاطمہؑ بنت اسد گھبرا کر چپ ہو گئیں۔ کچھ کہہ نہ سکیں۔ دوسری مرتبہ پوچھا تیرا امامؑ کون ہے؟ پھر خاموش رہیں۔ تیسری مرتبہ پوچھا پھر بھی خاموش رہیں۔ آواز آئی اے چچی فاطمہؑ بنت اسد شرما کیوں رہی ہیں۔ کہہ دو میرا بیٹا میرا امامؑ ہے۔

امامت کا منصب دیکھیں آپ! امامت کا منصب کوئی معمولی منصب نہیں ہے۔ جہاں باپ کو اطاعت کرنی پڑتی ہے۔ جہاں ماں کو امامؑ ماننا پڑتا ہے۔

تو فاطمہؑ بنت اسد بھی علیؑ کی امامت کا اقرار کئے بغیر فشار قبر سے نہیں بچ سکیں۔ تو مسلمان علیؑ کی ولایت کا اقرار کئے بغیر۔۔۔ بلند ترین صلوات بھیجیں فاطمہؑ بنت اسد کی عظمت پر۔ جس علیؑ کی ولایت کا اقرار علیؑ کے ماں باپ پر واجب ہو۔ اور ایسے ماں باپ جنہیں رسولؐ اپنی ماں کہیں۔ جسے پیغمبرؐ اپنا باپ کہیں۔ ایسی ماںؑ جس نے رسالت کی پرورش کی ہو۔ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ اے ماں بن کر رسالت کی پرورش کرنے والی فاطمہؑ بنت اسد۔ ہم نے ساری کائنات میں سے رسالت کی پرورش کے لئے تمہاری گود کا انتخاب کیا ہے۔ کائنات کی سب سے بڑی امانت۔ سب سے بڑی امانت ہیں نا۔ رسول اللہ؟

اللہ کے پاس رسولؐ سے بڑا سرمایہ کیا ہے؟ اللہ کے پاس سب سے بڑی دولت کیا ہے۔ اللہ کی صنعت خلقت کا شاہکار ہے رسولؐ۔ اس امانت کے لئے خدا نے جس گود کا انتخاب کیا ہے۔ اسے فاطمہؑ بنت اسد کہتے ہیں۔ جن کا جسم مقدس۔ جن کا بطن مبارک خانہ کعبہ کی دیواروں کی طرح مقدس ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے کہ کوئی مشرک خانہ کعبہ کے نزدیک نہیں جاسکتا۔

آج چودہ سو برس کے بعد بھی کوئی مشرک کوئی کافر خانہ کعبہ کے نزدیک نہیں جاسکتا۔ اس لئے خدا نے فاطمہؑ بنت اسد کے لئے دیوار کعبہ کو شق کر کے قیامت تک کے مورخوں کی زبان پر تالے ڈال دیئے۔ کہ جو مشرک ہوگا کعبہ سے دور ہوگا۔ جو وارث ہوگا کعبہ کے دروازے میں ہوگا۔

فاطمہؑ بنت اسد رئیس بطحا کی وہ ملکہ جسے تربیت پیغمبرؐ کا شرف حاصل ہے۔ دوستو! بس یہی فرق ہے۔ جسے رسولؐ اپنی ماں کہیں۔ اس کی عظمت کا اندازہ کیجئے۔ جسے رسولؐ اپنا بھائی کہیں اس کی عظمت کا اندازہ کیجئے۔ جسے رسولؐ اپنا محسن کہیں اس کی عظمت کا اندازہ کیجئے۔

اطاعت رسولؐ یہ ہے کہ جسے رسولؐ اپنی ماں کہیں اسے اپنی ماں جانو۔ اس خاندان نے نمونے چھوڑے ہیں۔ اس خاندان نے انسانیت کو تہذیب اور معاشرت سے آگاہ کیا ہے۔ اس خاندان نے عرب کے وحشی بدوؤں کو لباس آدمیت پہنایا ہے۔ اس خاندان نے عرب کے بھوکوں کے فاقے توڑے۔ اس خاندان میں فاطمہؑ بنت اسد کا بیٹا تھا۔ جس کی تلوار کے صدقے میں فتح خیبر کے بعد عرب کے بھوکوں کو پیٹ بھر کے کھجوریں نصیب ہوئیں۔ اور مسلمانوں کی ماں ام المومنینؓ نے فرمایا کہ یا علیؑ تمہارے بچے جئیں۔ کہ خیبر کی فتح کے بعد ہمیں پیٹ بھر کے کھجوریں نصیب ہوئیں۔

جنگ خیبر کی فتح میں مال غنیمت اتنا ہاتھ آیا تھا۔ کہ ایک ایک سپاہی کے حق میں ایک ایک قنطار سونا آیا تھا۔ قنطار کہتے ہیں ایک اونٹ کی کھال کے برابر سونا۔ وزن میں نہیں۔ ایک اونٹ کی کھال میں جتنا سونا آسکتا ہے۔ اس کی گٹھری بنا بنا کر سارا سونا خیبر میں بیٹھ کر علیؑ نے تقسیم کیا۔ فتح کی خبر پہنچی ہے اس فاطمہؑ زہرا کے گھر میں۔ فاطمہ زہراؑ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ سارا سونا مسلمان لشکریوں کو بانٹ کر۔ علیؑ بے نیازی کا ولی بن کر خالی خون آلود تلوار لئے۔ دامن جھاڑتا ہوا اللہ کی رضا کی دولتیں دامن میں سمیٹے ہوئے۔ بیت الشرف میں آیا۔

فاطمہؑ زہرا نے تو کچھ نہیں کہا۔ مگر جناب فضہؓ نے کہا! کہ یا علیؑ آج سنا ہے کہ اتنا سونا تقسیم ہوا ہے کہ ایک ایک سپاہی کو ایک ایک قنطار سونا ملا ہے مولاؑ آپ تو فاتح خیبر ہیں آپؑ کا سونا تو خچروں پر لد کر آرہا ہوگا؟ کہا فضہؓ یہ بات کیوں پوچھ رہی ہو؟ کہا اور کوئی بات نہیں آج تین دن سے حسنینؑ نے کچھ نہیں کھایا۔ آج تین دن سے

فاطمہؑ کے گھر میں چولہا نہیں جلا ہے۔ فاقوں پر فاقے کر رہے ہیں۔ حسنینؑ۔ اب علیؑ کے جملے سنیں۔ فضہؓ! اے فضہؓ! وہ سونا جو تھا! وہ رسولؐ کی عزت کا صدقہ تھا۔ امت کو دے دیا۔

عزیزو۔ جس فاطمہؑ بنت اسد کے گھرانے نے عرب کی بہو بیٹیوں کے سر ڈھانپے ہوں۔ انہیں پیٹ بھر کر کھجوریں عطا کی ہوں۔ کیا اس کی بیٹیاںؑ اسی لئے رہ گئی تھیں۔ وہ ان عربوں کے درمیان بازاروں سے گزر جائیں۔ اور صرف ایک چادر کا سوال کرتی ہوئی۔

میں نے آج شام انچولی امام بارگاہ کی مجلس میں ایک جملہ کہا تھا۔ اس سے بڑا جملہ نہیں ہے پوری تاریخ اسلام میں۔ ہمیں رونا آتا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ کا یہ جملہ ہے۔

آل محمدؐ نے کبھی مسلمانوں سے کچھ مانگا نہیں۔ ہمیشہ مسلمانوں کو دیا ہے۔ صرف ایک مرتبہ۔ ایک مرتبہ۔ صرف۔ ہر دور کے محمدؐ نے مانگ کر دیکھا۔ میرا جملہ سن لو۔ میں یہ مصائب اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ مسلمان سمجھیں کہ آل محمدؐ کے لئے مسلمان کتنے سخی تھے۔

رسولؐ نے قلم مانگا نہیں دیا۔ پتہ نہیں کہ تم سن لو گے یہ جملہ کہ نہیں۔ یہ مسلمان قوم یہ آمت مسلمہ کتنی سخی ہے۔ رسولؐ نے قلم مانگا نہیں دیا۔ بتولؑ نے حق مانگا نہیں دیا۔ حسینؑ نے اصغرؑ کے لئے پانی مانگا نہیں دیا۔ زینبؑ نے چادر مانگی نہیں دی۔ جزاک اللہ! مولاؑ تمہیں سلامت رکھے! حسینؑ نے پانی مانگا۔ نہیں دیا۔ رسولؐ نے قلم مانگا نہیں دیا۔ بتولؑ نے حق مانگا نہیں دیا۔ زینبؑ نے چادر مانگی نہیں دی۔

سلعوہ پوچھو گے زینبؑ کی چادر کی قیمت بتاؤں؟ جب حسینؑ کربلا میں داخل ہوئے اور یزید کی فوجیں آنا شروع ہوئیں۔ فوجوں کی ٹاپوں کی آوازیں اور گرد اڑتی ہوئی عباسؑ نے دیکھی۔ لپک کر خیمہ حسینیؑ سے دریا کے کنارے پہنچے۔ اور للکار کر کہا۔ اے قافلہ سالار والے! اونٹوں پر سوار ہو کر خیمہ حسینیؑ کی طرف آنے والو! خبر دار باملاحظہ

ہوشیار۔ اس لیے کہ یہاں مخدرات عصمتؑ و طہارتؑ کے خیمے نصب ہیں۔ یہ جان بتولؑ کے خیمے ہیں۔ اور یہاں عباسؑ پہرے پر ہیں۔ عباسؑ نے بڑھ کر یزیدی افواج کو لکارا۔

اب جملہ سنیں گے۔ یزید ملعون کی طرف سے عمر سعد ملعون کا لشکر آگے بڑھتا چلا آرہا تھا۔ غازیؑ کو جلال آگیا۔ نیام سے تلوار نکالی۔ زمین پر خط ڈال کر کہا کہ اگر کسی نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے تو اس خط کو عبور کر کے دکھا دے۔ تیس ہزار کے لشکر کو غازیؑ اپنی نگاہ پر روکے رہا۔

دیکھو یہ ہیں اطاعت رسولؐ اور اطاعت امامؑ کے نمونے۔ تیس ہزار کا لشکر ساکت ہے۔ گھوڑوں کے پاؤں میں زنجیریں پڑ گئی ہیں۔ کوئی نہیں ہے جو غازیؑ کی آنکھ سے اپنی آنکھ ملائے۔ خط کے ادھر آنے کی جرات کسی میں نہیں ہے۔ ایک مرتبہ جناب زینبؑ نے چلا کر کہا فضہؓ ذرا بھائی حسینؑ کو بلاؤ۔ میرے عباسؑ کی آواز کیوں گونجی؟ ارے کس نے چھیڑ دیا میرے شیر کو؟

جزاک اللہ! مولاؑ کوئی غم نہ دے سوائے غم حسینؑ کے۔ میں بتانا چاہتا ہوں جناب زینبؑ کی چادر کی قیمت۔ اگر سمجھ لیا نا کہ جناب زینبؑ کی چادر کی قیمت کیا ہے؟ تو گھروں تک روتے جاؤ گے۔ عزادارو۔ زینبؑ کے کانوں میں آواز گونجی عباسؑ کی۔ فضہؓ نے حسینؑ کو بلایا پوچھا؟ میری ماںجائی زینبؑ کیا ہوا؟ میرے شیر کو جلال آگیا کیوں؟ بھیا میری طرف سے عباسؑ سے کہہ دو کہ زینبؑ مصیبت میں ہے۔ زینبؑ پردیس میں ہے۔ میری طرف سے کہہ دو کہ للہ لڑائی نہ کرے۔ اے عباسؑ میں ہاتھ جوڑتی ہوں کہ غصے کو تھام لو۔

عزاداران حسینؑ! حسینؑ قریب آئے! عباسؑ کو آواز دی! عباسؑ تلوار نہ چلانا! ورنہ زینبؑ خیمے سے باہر آجائے گی۔ اب زینب کے پردے کی قیمت دیکھو۔ عباسؑ تلوار نہ چلانا۔ ورنہ زینبؑ خیمے سے باہر آجائے گی۔ باہر آنے کی آواز سنی۔ غازی لرز کر رہ گیا۔ تلوار زمین پر پھینکی۔ زمین پر پیر مارا سر جھکا کر کہا۔ مولاؑ اگر زینبؑ کی چادر

سلامت ہے۔ تو تلوار کیا میں گردن بھی جھکائے دیتا ہوں۔ اور لشکر یزید سے کہہ دو کہ وہ آئیں اور زینبؑ کے پردے کے نام پر میری گردن کاٹ لے جائیں۔ جزاک اللہ!۔۔ آج تین محرم ہے عزادارو! حسینؑ اپنی منزل سے قریب آرہا ہے۔ عزادارو ایک مرتبہ آدھی رات بجی۔

آدھی رات کو شہزادہ علی اکبرؑ خواب سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مولاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بابا! جی بیٹا علی اکبرؑ! بابا! ہم نے بڑا بھیانک خواب دیکھا ہے۔ کہا۔ بیٹا کیا دیکھا؟ کہا بابا میں نے دیکھا کہ چاروں طرف سے خون کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ بیٹا اور کیا دیکھا؟ کہا بابا میں نے دیکھا کہ اس خون کے دریا میں آپؑ اکیلے کھڑے ہیں۔

ہاں عزادارو! روتے رہو! زینبؑ کو یہ آنسو بہت پسند ہیں۔ زینبؑ کو رونے نہیں دیا۔ آنسوؤں کو روکو نہیں۔ بیٹا اور کیا دیکھا؟ بابا میں نے دیکھا کہ جنگلی بھیڑیے آپ پر چاروں طرف سے حملے کر رہے ہیں۔

علی اکبرؑ کا خواب علامہ رشید ترابی پڑھا کرتے تھے۔ بابا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اچانک آپ کی کمر جھک گئی۔ اور آپ کمر کو ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپؑ کا دایاں اور بایاں بازو کٹ گیا۔ بابا اور پھر میری آنکھ کھل گئی۔

حسینؑ کہتے ہیں بیٹا! وہ خون کا دریا میرے جاں نثاروں کا خون ہے۔ اور بیٹا جو جنگلی جانور مجھ پر حملہ کر رہے ہیں۔ وہ میرے نانا کی امت ہے۔ جو روز عاشورہ کبھی تلواروں سے کبھی تیروں سے کبھی برچھیوں سے اور کبھی پتھروں سے مجھ پر حملہ کرے گی۔

اگر سمجھ گئے تو آنسو نہ روکو عزادارو! بابا کمر کیوں جھکی آپ کی؟ علی اکبرؑ نے جب یہ پوچھا تو حسینؑ رونے لگے۔ بیٹا یہ کمر اس وقت جھکے گی جب میرا بھائی عباسؑ بازو کٹائے دریا پر سوئے گا۔

علی اکبرؑ کہتے ہیں بابا! وہ جو آپ کا دایاں بازو کٹا وہ کیا ہے؟ کہا بیٹا یہ بازو اس

وقت کٹے گا۔جب میرے بھائی حسنؑ کی نشانی کی لاش کے ٹکڑے زمین کربلا پر بکھر جائیں گے۔

جزاک اللہ! آخری جملہ !اکبرؑ پوچھتے ہیں بابا۔۔۔ بابا! آپ کا بایاں بازو کیوں کٹا! کہا یہ بھی تجھے بتاتا ہوں۔ اکبرؑ کہتے ہیں۔ بابا جلدی بتا دیجئے۔ اچھا بیٹا۔ علی اکبرؑ کا ہاتھ پکڑا۔ خیمے سے باہر چلے اس لئے کہ زینبؑ نہ سن لے۔ اکبرؑ یہ بازو اس وقت کٹے گا۔ جب تیرے سینے پر برچھی کا پھل لگے گا۔ اور تیرا بوڑھا باپ تیرے سینے سے برچھی کا ٹوٹا ہوا نیزہ نکالے گا۔۔۔

الا لعنة اللّٰه علی القوم الظالمین

چوتھی مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ○
(سورۂ آل عمران: آیت ۳۱-۳۲)

حضرات گرامی قدر! عزاداران مظلوم کربلاؑ! زندہ رہیئے! سلامت رہیئے! کہ اتنے پر آشوب ماحول میں بھی آپ عزاخانہ ابو طالبؑ میں حاضری کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ اطاعت رسولؐ ہمارا عنوان گفتگو ہے۔ میں اس عشرے میں کوشش کر رہا ہوں کہ ملت مسلمہ کو اطاعت رسولؐ۔ مقام رسولؐ سے آگاہ کیا جائے۔ اور میں ملت مسلمہ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے یہاں مرکز اعتقاد۔ مرکز احترام۔ ذات پیغمبرؐ ہے۔

لوگ غلط پروپیگنڈے کرتے ہیں۔ کہ ہم صرف علیؑ علیؑ کہتے ہیں۔ ہم صرف علیؑ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ہم صرف علیؑ کے فضائل پڑھتے ہیں۔ ہم صرف علیؑ کے قصیدے پڑھتے ہیں۔ ہم صرف علیؑ کو مانتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ ہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کرتے۔ بلکہ فخر کرتے ہیں اس بات پر کہ ہاں ہم ہر وقت علیؑ علیؑ کہتے ہیں۔ اٹھتے بیٹھتے علیؑ علیؑ کہتے ہیں۔ جاگتے سوتے علیؑ علیؑ کہتے ہیں۔ لیکن خدا گواہ ہے ایسا نہیں ہے کہ ہم نبیؐ کا تذکرہ نہیں کرتے۔ ہم رسولؐ کا تذکرہ نہیں کرتے۔

ہم محرم کے پورے عشرے میں اطاعت رسولؐ کو ہی عنوان بنائے ہوئے ہیں۔ اب یہ ایک الگ بات ہے۔ کہ جب بھی رسولؐ کا تذکرہ ہوگا۔ اور اطاعت کی بات آئے گی۔ تو مجھے تاریخ میں علیؑ کے علاوہ کوئی اور نظر نہیں آتا۔ توجہ ہے نا؟۔۔۔ اس لئے کہ اطاعت ہے رسولؐ کی۔ میں اب اگر رسولؐ اللہ کی اطاعت سمجھاؤں تو کس کے

ذریعے سمجھاؤں۔

آپ کوئی ایسی شخصیت پیش کردیجئے۔ میں کل سے ان کے ذریعے سمجھانا شروع کردوں گا۔ لیکن یہ یقین ہے کہ کل تک تو کیا؟ قیامت تک ایسی شخصیت پیش نہیں کی جاسکتی۔ کہ جس نے اپنی زندگی بیچ دی ہو رسولؐ اللہ کے لئے۔ صلوات۔

جس نے اپنی زندگی فروخت کردی ہو رسولؐ اللہ کی بارگاہ میں۔ اور یہ کچھ خون کی شرافتیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ کچھ خون کی سعادتیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ آغوش تربیت کا اثر بھی ہوتا ہے۔ یہ باپ دادا تربیت میں بتاتے ہیں کہ اطاعت کیا ہے؟ اطاعت رسولؐ کیا ہے؟ ایک بچہ بچپن سے اپنے باپ کو دیکھ رہا ہے کہ میرا باپ ہوتے ہوئے بھی محسوس نہیں ہوتا۔ جب بھی محسوس ہوتا ہے رسولؐ کا باپ محسوس ہوتا ہے۔ تو کوئی تو بات ایسی ہے کہ باپ بیٹے کو چھوڑ کر بھتیجے کی محبت کررہا ہے۔

توجہ ہے نا؟ اب ایک بچے کی سائیکوجی۔ نفسیاتی طور پر اسے دیکھیں۔ علم نفسیات کی روشنی میں علیؑ دیکھ رہے ہیں۔ جو اِن کے باپ ہیں ابو طالبؑ۔ کبھی بھتیجے کو کاندھے پر سوار کئے ہوئے ہیں کبھی سینے پر سلائے ہوئے ہیں۔ کبھی چادر میں لپیٹے ہوئے ہیں۔ کبھی کھانا کھلا رہے ہیں۔ کبھی نوالے بنا بنا کر رسالتؐ کو دے رہے ہیں۔

بس یہی فرق ہے دوستو۔ جو نبوتؐ کے دستر خوان پر روٹیاں توڑے۔ وہ ہے امت۔ اور نبوتؐ جس کے دستر خوان سے رزق لے۔ اسے کہتے ہیں ابو طالبؑ۔ صلوات

عزیزان محترم! صحیح بخاری کی روایت ہے۔ صحیح بخاری مسلمانوں کی صحیح ترین کتاب ہے۔ اور ملت جعفریہ کا طرز استدلال یہی ہے۔ ہم کبھی کوئی دلیل بھی اپنی کتاب سے نہیں دیتے۔ اور یہ محبت ہے کہ جو کتاب آپ کو پسند ہو اس سے دلیل لے لیجئے۔ جو کتاب آپ کے یہاں واجب الاحترام ہو۔ ہم اس سے دلیل پیش کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ہے۔ کہ پندرہ سال کی عمر میں جب محمدؐ عربی۔ بقول صحیح بخاری کے۔ ہماری نگاہ میں پندرہ سال میں بھی تو رسولؐ تھے۔ اور پندرہ برس کی

عمر میں پیغمبر اسلامؐ نے پہلا سفر کیا شام کا۔ ابو طالبؑ کے ساتھ۔ ابو طالبؑ کے ساتھ پہلا سفر کیا ہے پیغمبرؐ نے شام کا اور مال تجارت ابو طالبؑ لے کر شام روانہ ہوتے ہیں۔ راستے میں ایک راہب نے جبین رسالتؐ سے نکلنے والی نور کی شعاعوں کو دیکھ کر کہا۔ یہ تو وہ ہے جس کی نشانیاں توریت میں ملتی ہیں۔ زبور میں ملتی ہیں۔ جس کی نشانیاں انجیل میں ملتی ہیں۔

عزیزان محترم! اب اگر ہم اتنی بات کہہ دیں تو بے جا تو نہیں۔ کہ ایک عیسائی کافر کو پندرہ برس کی عمر میں رسالتؐ نظر آرہی ہے۔ پندرہ برس کی عمر میں محمدؐ کے چہرے میں رسالتؐ نظر آرہی ہے۔ اور ایک امت ہے۔ کہ جو بضد ہے کہ نہیں صاحب۔ چالیس برس کی عمر میں نبیؐ بنے۔

اچھا اگر چالیس برس کی عمر میں نبیؐ بنے تو صحیح بخاری نے یہ روایت کیوں لکھی۔ دیکھئے نا صحیح بخاری تو آپ ہی کی کتاب ہے تو پھر روایت کیوں لکھی۔ کہ پندرہ برس کی عمر میں محمدؐ کے چہرے میں رسالت کا نور نظر آگیا۔ تو اگر کل کوئی یہودی اور عیسائی یہ طعنہ دے کہ محمدؐ کو آپ مانتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں؟ سب سے پہلے تو تصدیق تو ہم نے کی ہے۔ جب محمدؐ کی عمر پندرہ برس تھی۔ مسلمانوں جب تمہارا باپ دادا تک بھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔

بہت توجہ! بہت توجہ!۔۔۔ یہ ہے وہ منزل فکر مسلمانوں۔ یہ حسینؑ کا صدقہ ہے۔ جو اس قدر منزل دشوار بھی آسان ہو رہی ہے۔ خدا کی قسم یہ نام حسینؑ کا اثر ہے جو اتنی تعداد میں نام حسینؑ پر جمع ہو جاتے ہیں۔ ورنہ حسینؑ کے علاوہ کسی بھی نام کا اشتہار دیکر دیکھو کہ اگر اتنا بڑا مجمع ہو جائے تو مذہب بدل دوں گا۔ ایسے حالات میں کون نکلتا ہے گھر سے۔ مگر یہ حسینؑ کے چاہنے والے ہیں جو کسی بھی حالات کی گردش میں نہیں پھنسے۔ یہ حسینؑ کا صدقہ ہے کہ پابندیاں ہوں۔ راستے بند ہوں۔

راستے بند کئے دیتے ہو دیوانوں کے
ڈھیر لگ جائیں گے بستی میں گریبانوں کے

دیوانے جو ہوتے ہیں عزیزان محترم! ان کے لئے کوئی راستہ راستہ نہیں ہوتا۔
وہ ہر راستے سے آجاتے ہیں۔ دیکھیں کائنات کی اٹل حقیقت کا نام حسینؑ ہے۔

بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

یہ زمانے بدلتے رہتے ہیں یہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن حسینؑ والے کبھی اپنا جادہ نہیں بدلتے۔ کبھی اپنا پرچم نہیں بدلتے۔ کبھی اپنا رہبر نہیں بدلتے۔ یہاں یہ نہیں ہے کہ آج یزید کی پارٹی میں۔ کل مروان کی پارٹی میں۔ پرسوں منصور کی پارٹی میں۔ پھر ہارون اور مامون کی پارٹی میں۔ ہم کل بھی حسینؑ کی پارٹی میں تھے۔ آج بھی حسینؑ کی پارٹی میں ہیں۔ کل بھی حسینؑ کی پارٹی میں رہیں گے۔ اور قیامت میں محشر میں خدا کے سامنے حسینؑ کا پرچم لے کر جائیں گے۔

یہ ہمارا ایمان ہے توجہ چاہتا ہوں! تو میں عرض کر رہا تھا آپ کی خدمت میں! کہ راہب نے جبین رسالتؐ کو دیکھا اور پیشانی میں نور نظر آیا۔ کہا اس کا ذکر توریت میں ہے۔ اللہ اللہ میں قربان ہو جاؤں۔ نام مصطفیؐ کے نام احمدؐ مجتبیٰ کے۔

میرے ماں باپ قربان اس طٰحٰہ پر اس یٰسین پر............ اس مدثر پر............ اس مزمل پر............ اس بشیر پر............ اس نذیر پر۔
اس سراج منیر پر۔ اس رحمتہ اللعالمینؐ پر۔ اس مولائے کل پر۔ اس دانائے سبلؐ پر۔
اس ختم الرسلؐ پر۔ اس تخلیق کائنات پر۔ اس گنتی کے پہلے عدد پر۔ اس علم اول پر۔
اس عقل اول پر۔ اس عشق اول پر۔ اس حسن اول پر۔ اس قلم اول پر۔ اس خلق اول پر۔

اور میرے ماں باپ قربان۔ اور میری قوم کے ماں باپ قربان کہ جس کا نواسہ حسینؑ ہے۔ دیکھا پیشانی کو اور کہا ابو طالبؑ مجھے اس بچے میں انوار ایمان نظر آتا ہے۔ اس بچے میں مجھے نبوتؐ کا نور نظر آتا ہے۔ بڑی عزت و تکریم کی۔ اور بہت اصرار کیا کہ ابو طالبؑ رات بھر ٹھہر جاؤ۔ ابو طالبؑ ٹھہر جاؤ۔ صحیح بخاری کی روایت بتا رہا ہوں میری روایت نہیں ہے۔ روایت کے صحیح اور غلط پر میں بحث نہیں کر رہا ہوں۔ اور یہ

میرا موضوع بھی نہیں ہے۔ میرا موضوع تو اتحاد بین المسلمین ہے۔

میں حوالہ صرف کتاب کا دے رہا ہوں۔ روایت موجود ہے۔ اب صحیح ہے کہ غلط ہے۔ اس سے بحث نہیں ہے۔ رات کو ٹھہرے دستر خوان بچھا۔ رات کے کھانے کا اہتمام اس مشرک نے کیا۔ اس کافر نے کیا۔ اس راہب نے کیا۔ رات کو جب دستر خوان چن دیا گیا۔ اس کھانے میں دنبہ اور بھیڑ کا گوشت بھی موجود تھا۔ راہب نے اصرار کیا۔ اے عبداللہؑ کے بیٹے محمدؐ! کھانا کھالو! یہاں تک کہ لفظ یہ ہے کہ خاتم النبینؐ نے کہا۔ کہ میں ان ذبیحوں کا کھانا نہیں کھاتا۔ کہ جنہیں اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو۔

اب جو جملہ میں کہنے جارہا ہوں اس پر توجہ فرمالیں۔ میں ان جانورں کا کھانا نہیں کھاتا جنہیں اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو۔ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہوا۔ صحیح بخاری میں روایت یہیں تک ہے۔ مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ کھایا کہ نہیں کھایا۔ کس نے کھایا کس نے نہیں کھایا۔ انکار پیغمبرؐ کا موجود ہے۔ کافر کے گھر میں کافر کے دستر خوان پر ایک وقت کی روٹی۔ ایک وقت کی روٹی کافر کے دستر خوان پر پیغمبرؐ اسلام کھانا نہیں پسند کرتے۔

مسلمانوں کیا ابو طالبؑ کے گھر پندرہ سالوں میں ایک وقت بھی گوشت نہیں پکا تھا۔ بہت توجہ۔ ایک وقت کا کھانا کافر کے دستر خوان پر پیغمبرؐ اسلام کھانا پسند نہیں کرتے۔ اور ابو طالبؑ کے گھر نہ صرف کھانا کھاتے رہے۔ بلکہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ کہ تمام لوگ دیکھیں۔ اطاعت رسولؐ۔ احترام رسولؐ اگر سیکھنا ہے تو ابو طالبؑ سے سیکھو۔ یعنی علیؑ بھی تو بچپن میں اندازہ کررہے ہیں۔ کہ محترم کون ہے؟

بہت توجہ۔۔۔ کھانا اس انداز سے کھایا جاتا تھا۔ ابو طالبؑ کے دستر خوان پر کہ پہلے ابو طالبؑ اپنے ہاتھ سے دستر خوان بچھاتے۔ دستر خوان سے قریب مسند بچھاتے۔ مسند پر مسند نشین رسالتؐ کو بٹھاتے۔ تمام تاریخوں میں لکھا ہے کہ مسند پر پیغمبرؐ اسلام کو بٹھاتے۔ بائیں جانب علیؑ کو بٹھاتے۔ سامنے اپنے چاروں بیٹوں کو

بٹھاتے۔ دائیں جانب خود بیٹھتے۔ درمیان میں کھانا چن دیا جاتا۔ پہلا نوالہ اٹھاتے اور اسے توڑ کر سالن میں ڈبو کر اسے نرم کرتے۔ پھر اپنے دست مبارک سے وہ نوالہ محمدؐ کے منہ میں دے دیتے۔ پھر دوسرا نوالہ توڑتے اور علیؑ کے دہن میں دیتے۔اور جب محمدؐ اور علیؑ کھا چکتے۔ تو پھر بچا ہوا کھانا ابو طالبؑ خود بھی کھاتے۔ اور دوسروں کو یعنی باقی اولادوں کو بھی کھلاتے۔ واقعہ تاریخ میں صرف اتنا لکھا ہوا ہے۔

توجہ! دوستو! کہ ابو طالبؑ محمدؐ کا بچا ہوا کھانا خود کھاتے۔ میرے شیعہ! سنی بھائیو! علیؑ والو! نبیؐ والو! دونوں خوش رہو۔ علیؑ والے کہتے ہیں کہ علیؑ رزق دیتا ہے۔ نبیؐ والے کہہ رہے ہیں کہ نبیؐ رزق دیتا ہے۔ علیؑ والے بھی سچ کہتے ہیں۔ نبیؐ والے بھی سچ کہتے ہیں۔ مگر عرفان حیدر عابدی عزاخانہ ابو طالبؑ کے منبر سے کہہ رہا ہے کہ ساری کائنات کو رزق ملتا ہے نبیؐ اور علیؑ کے ہاتھ سے۔ علیؑ اور نبیؐ کو رزق ملتا ہے۔ ابو طالبؑ کے دستر خوان سے۔ صلوات۔

اطاعت رسولؐ کا سرنامہ ہے ابو طالبؑ۔ علیؑ سے خصوصی طور پر کہہ رہے ہیں۔ کہ علیؑ کبھی اپنے کو ترجیح نہ دینا رسولؐ پر۔ بس اسی کا نام ہے اطاعت۔ اپنی سوچ سوچ نہیں۔ اپنی خواہش خواہش نہیں۔ اپنی خواہشوں کو رسولؐ کی خواہش پر قربان کر دینے کا نام ہے اطاعت۔ بس رسولؐ جو دے دے اسے لے لو۔ جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ مااتکم الرسولؐ فخذوہ مانھکم عنه فانتھو۔ جو رسولؐ تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آجاؤ۔ یہ ہے اطاعت۔ جو اس کسوٹی پر پورا اترے۔ وہ ہے مومن۔ جو اس پیمانے پر پورا اترے۔ جو اس کسوٹی پر پورا اترے۔ وہ ہے مومن۔ اور عزیزان محترم! ہم اگر علیؑ کو مانتے ہیں نا تو ابو طالبؑ کے بیٹے کی حیثیت سے نہیں۔ رسولؐ کے اطاعت گزار کی حیثیت سے۔

دیکھئے! کہ کتنی غلط فہمیوں کے پردے اٹھا رہا ہوں۔ اس لئے کہ پوری امت مسلمہ سنے۔ کے ہمارا عقیدہ کیا ہے؟ ہم علیؑ کو مانتے ہیں۔ تو اس حیثیت سے نہیں کہ ابو طالبؑ کا بیٹا ہے۔ بلکہ اس لئے مانتے ہیں۔ کہ علیؑ کی زندگی کا ہر لمحہ اطاعت رسولؐ

میں گزرا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جب اطاعت رسولؐ میں علیؑ کا لمحہ بسر ہو گیا۔ تو اب علیؑ کی ذمہ داری ختم ہو گئی نا۔ اب تو ہماری شرافت کی بات ہے علیؑ نے تو پیروی کر دی۔ علیؑ نے تو حکم الٰہی کی تعمیل کر دی۔ علیؑ نے تو بدر میں۔ احد میں۔ خندق میں۔ خیبر میں۔ صفین میں۔ جمل میں۔ کوئی مقام ایسا نہیں ہے۔ جہاں اعلائے کلمۃ الحق نہیں کیا۔ جہاں رسولؐ کے نام کو زندہ نہیں رکھا، میرے نوجوان کہہ رہے ہیں۔ کہ آپ کوئی جنگ نہیں پڑھ رہے ہیں؟ پڑھوں گا۔ انشاءاللہ چھٹی ساتویں مجلس میں۔ جنگ بھی پڑھ کر سناؤں گا لیکن پہلے اطاعت رسول کا مفہوم سمجھ لیں۔

عزیزان محترم! اطاعت رسولؐ! ورثہ ہے آل محمدؐ کا۔ رسولؐ کی اطاعت وراثت ہے اہلبیتؑ کی۔ بس ایک جملہ پر توجہ فرمالیں۔ اسی لئے رسولؐ اکرم نے بڑے اعتماد سے کہا کہ **اولنا محمد و اوسطنا محمد و اخرنا محمد و کلنا محمدؐ.** جس طرح سے دیکھو گے جس سمت سے دیکھو گے۔ جس زاویہ سے دیکھو گے جس طرح سے سے دیکھو گے ہم محمدؐ نظر آئیں گے۔ صلح میں دیکھو گے۔ ہم محمدؐ ہوں گے۔ جنگ میں دیکھو گے ہم محمدؐ ہوں گے۔ رزم میں دیکھو گے ہم محمدؐ ہوں گے۔ دوستو۔ محمدؐ عربی کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے کائنات کا واحد انسان محمدؐ ہے۔ جو اپنی زندگی میں اپنی بارہ نسلوں کی ضمانت لے رہا ہے اور یہ کہہ کر میرا ہر بیٹا محمدؐ ہوگا۔ صلوات

یہ منزل فکر ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے کہا۔ کہ میرا ہر بیٹا محمدؐ ہوگا۔ اول بھی۔ اوسط بھی۔ آخر بھی۔ کل کے کل۔ جب دیکھو گے۔ جہاں دیکھو گے۔ جس دور میں دیکھو گے محمدؐ ہوگا۔

بارہ بیٹوں کی عصمت و امامت کی ضمانت دے دی حالانکہ ابھی صرف دو بیٹے سامنے ہیں۔ ایک حسنؑ اور ایک حسینؑ۔ اور محمدؐ کی زندگی میں بظاہر ہیں بھی نہیں۔ امام زین العابدینؑ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں۔ ابھی تو دو کے علاوہ کوئی اور بیٹا

سامنے بھی نہیں آیا۔ دو بیٹوں کو دیکھ کر پورے مستقبل نسل کی ضمانت لے رہے ہیں۔ ارے میری نبوتؐ میں شک کرنے والو۔ میں پورے دور کو چیلنج کر کے جارہا ہوں۔ کہ جاؤ اگر کسی کو میری نبوتؐ میں شک ہو۔ تو کسی دور کے محمدؐ کو اٹھا کر دیکھو۔ اگر محمدؐ نہ نظر آئے۔ تو میرا انکار کر دینا۔

اللہ۔ اللہ آپ اندازہ تو فرمائیں۔ عزیزان محترم! سنو! علیؑ ہے اپنے وقت کا محمدؐ۔ حسنؑ ہے اپنے وقت کا محمدؐ۔ حسینؑ ہے اپنے وقت کا محمدؐ۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ طاہرینؑ کے نام کے ساتھ ایک ایک لقب مخصوص کر دیا گیا۔ تاکہ پہچان لیا جائے۔ کہ کون سا محمدؐ ہے؟ نہیں! توجہ نہیں فرمائی۔۔۔

بھئی امیر المومنینؑ صرف علیؑ کا لقب ہے۔ اور کسی امام کا نہیں۔ یہ شرف صرف علیؑ کو حاصل ہے۔ امیر المومنین صرف علیؑ کا لقب ہے۔ حسنؑ مجتبیٰ۔ مجتبیٰ صرف حسنؑ کا لقب ہے۔ حالانکہ سارے منتخب ہیں۔ سارے چنے ہوئے ہیں۔ مگر لقب مخصوص حسنؑ کے لئے ہے۔ سید الشہداء حسینؑ کا لقب ہے۔ سارے امام شہید ہیں۔ مگر لقب حسینؑ کے لئے۔ سارے امامؑ اطاعت و عبادت گزار ہیں۔ مگر سید الساجدینؑ صرف زین العابدینؑ۔ تاکہ پہچان لیا جائے کہ کون سا محمدؐ ہے؟ اس لئے کہ نہ صورت میں فرق ہے۔ نہ سیرت میں فرق۔ نہ علم میں فرق۔ نہ حلم میں فرق۔ نہ عصمت میں فرق۔ نہ طہارت میں فرق۔ نہ شجاعت میں فرق۔

ارے روز مرہ کے دیکھنے والوں نے نہیں پہچانا۔ دن رات دیکھ رہے ہیں۔ محمدؐ اور علیؑ کو چلتا ہوا۔ مگر تمام رات علیؑ بستر رسولؐ پر سوتے رہے۔ کافر پہچان نہ سکے کہ نبیؐ سو رہے ہیں۔ کہ علیؑ سو رہے ہیں۔ اس لئے ایک ایک امامؑ کو ایک ایک لقب دیا گیا۔ ہماری آسانی کے لئے یہ تو کافر کی بات ہو رہی ہے۔ یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس گھرانے میں تو وہ محمدؐ ہیں۔ جہاں فرشتے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ پورے مجمع کی توجہ۔۔۔

یہ وہ در ہے جہاں فرشتوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے۔ کیا خوب کہا کسی شاعر نے

قدرت نے کچھ اس طرح سنوارے ہیں محمدؐ
ہر دور میں ہر شخص کو پیارے ہیں محمدؐ
اکثر درِ زہراؑ پہ یہ جبرئیلؑ نے سوچا
پیغام کسے دوں کہ یہ سارے ہیں محمدؐ

مولاؑ سلامت رکھے۔ صلوات۔

فرشتے یہاں آکر بہک جاتے ہیں۔ کہ یہ کون سا محمدؐ ہے۔ اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ جو علم میں عمل میں خُلق ہیں۔ تعلیم میں۔ تربیت میں۔ تبلیغ میں۔ تہذیب میں۔ معاشرت میں۔ اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے میں۔ محمدؐ ہی محمدؐ ہیں۔

اب آپ اندازہ کیجئے کہ۔ علیؑ اپنے وقت کا محمدؐ۔ حسنؑ اپنے وقت کا محمدؐ حسینؑ اپنے وقت کا محمدؐ۔ اب اگر اپنے وقت کے محمدؐ سے یزید ملعون بیعت مانگے۔ تو کیا محمدؐ عربی کو کرلینا چاہیے؟ حسینؑ نے وہ جواب نہیں دیا کہ حسینؑ تھا۔ حسینؑ نے وہ جواب دیا جو محمدؐ دیتے تھے۔

جملہ بتاؤں آپ کو محدث دہلوی کا؟ وہ کہتے ہیں حسنؑ اور حسینؑ دونوں شہید ہیں۔ دونوں رسولؐ کے بیٹے ہیں۔ دونوں نے رسولؐ کو تاج شہادت عطا کیا۔ حسنؑ کی شہادت رسولؐ کی شہادت ہے۔ حسینؑ کی شہادت بھی رسولؐ کی شہادت ہے۔ ایک شہادت سِرّی ہے۔ ایک شہادت جہری ہے۔ ایک چھپی ہوئی شہادت ہے۔ ایک اعلانیہ شہادت ہے یعنی ایک زہر سے ہوئی شہادت۔ ایک تلوار سے ہوئی شہادت۔

انہوں نے لکھا دونوں کی شہادت رسولؐ کی شہادت ہے۔

تو میں نے جب یہ جملہ پڑھا۔ تو میں نے کہا اگر میں محدث ہلوی کے زمانے میں موجود ہوتا۔ اور وہ یہ جملہ کہتے۔ کہ حسنؑ تو میں ان سے اگلا جملہ پوچھ لیتا۔ کہ بہت اچھا کہا آپ نے۔ بہت خوبصورت جملے ہیں آپ کے۔ حسنؑ کی شہادت رسولؐ اللہ کی شہادت ہے۔ حسینؑ کی شہادت رسولؐ اللہ کی شہادت ہے۔ تو پھر یہ تسلیم کیوں نہیں کرتے کہ جب حسنینؑ کی شہادت رسولؐ اللہ کی شہادت ہے۔ تو حسنؑ کا قاتل بھی رسولؐ

اللہ کا قاتل ہوا نا؟ حسینؑ کا بھی قاتل۔ رسولؐ کا بھی قاتل ہوا نا؟ رسولؐ اللہ کا قاتل مسلمانوں کے یہاں واجب الاحترام نہیں ہو سکتا۔

اپنے وقت کے محمدؐ کی بیعت طلب کی یزید نے۔ حسینؑ نے وہ جواب دیا۔ جو محمدؐ نے دیا تھا۔ جو علیؑ نے دیا تھا۔ اور وہ جواب جو حسنؑ نے دیا تھا۔

یزید ملعون ابو جہل کی نمائندگی کر رہا تھا۔ اور حسینؑ محمدؐ کی نمائندگی کر رہے تھے۔ یزید چاہتا تھا محمدؐ سے بیعت لے کر یزیدیت کو شریعت بنا لے۔ حسینؑ وہ ہے جو خود اجڑ گیا کربلا میں۔ مگر ہر دل میں شریعت کا گھر بنا گیا۔ آپ تو رونے کو آمادہ بیٹھے رہتے ہیں۔ یہی آنسو تو ہے حسینؑ کا حق۔ یہی تو ہے فاطمہؑ کا حق۔ یہی تو زینبؑ کا حق ہے۔ پتہ ہے نا آپ کو؟ ان قناتوں کے پیچھے کہیں نہ کہیں حسینؑ کی اجڑی ہوئی ماںؑ ضرور آتی ہے۔ اجڑی ہوئی بہنؑ ضرور آتی ہے اور ساتھ میں حسینؑ کی پانچ برس کی بچیؑ ضرور آتی ہے۔

عزادارو! جب آپ زور زور سے روتے ہیں تو سکینہؑ کہتی ہے پھوپھی اماںؑ! اے پھوپھی اماںؑ! یہ کون لوگ ہیں؟ زینبؑ کہتی ہیں! سکینہؑ! یہ تیرے باباؑ کے عزادار ہیں۔ تیرے باباؑ کے رونے والے ہیں۔

سکینہؑ کہتی ہیں اتنے بہت سے عزادار۔ خدا نظر بد سے محفوظ رکھے تو سکینہؑ کہتی ہیں۔ پھوپھی اماںؑ اگر اتنے بہت سے عزادار کربلا میں ہوتے۔ تو ہم پر سب کچھ ظلم ہوتا مگر دو ظلم نہ ہوتے۔ زینبؑ کہتی ہیں بیٹا کون سے ظلم؟ کہا اگر رونے والے اتنے عزادار کربلا میں ہوتے۔ تو میرے اصغرؑ کو تیر نہ لگتا۔ جزاک اللہ! جزاک اللہ--- ایک تو میرے بھیا علیؑ اصغرؑ کے گلے پر تیر نہ لگتا۔ ایک میرے طمانچے نہ لگتے۔

اور عزادارو جب آپ آنسو بہا بہا کر روتے ہیں۔ جب آپ بلند آواز سے گریہ کرتے ہیں۔ تو سکینہؑ اپنے دامن کو پھیلا کر کہتی ہے مجلس میں۔ کہ پروردگار! میری ماں۔ ربابؑ تو اجڑ گئی۔ ان کی اجڑی ہوئی گود کا واسطہ۔ میرے بابا کے رونے والوں کو سلامت رکھ۔ سکینہؑ دعائیں دیتی ہیں۔ رونے کے لئے تو آتے ہی ہو۔ اور آج تو چار

محرم ہے۔ آج کی رات قیامت کی رات بن کر آئی ہے۔ معلوم ہے کہ آج کیا ہوا؟

آج کربلا میں شمر ملعون داخل ہوا۔30 ہزار کا لشکر لے کے۔ اس سے پہلے تیس ہزار کا لشکر آچکا ہے۔ عمر سعد کی طرف سے جو دو محرم کو پہنچا۔ جب چاروں طرف خیمے اور گھوڑے زینبؑ نے دیکھے۔ کہا فضہؑ ذرا میرے بھائیؑ کو بلا دے۔ حسینؑ آئے۔ جی بہنؑ زینبؑ! کیا بات ہے! بھیاؑ! چاروں طرف سے دشمن آرہے ہیں۔ ہمارا کوئی نہیں رہا۔ بھیاؑ ہمارا کوئی نہیں رہا۔ بھیاؑ ہم کیا کریں؟ ہمارا کوئی مددگار نہیں۔ سنیں گے جملہ۔ حسینؑ کہتے ہیں۔ قلم لاؤ کاغذ لاؤ۔ قلم اور کاغذ منگایا گیا۔ کہا بہن بیٹھ جاؤ۔ عزادارو! مجھے مصائب کا بس ایک جملہ پڑھنا ہے۔ بس اسی پر پرسہ دے لو۔ بہن زینبؑ بیٹھ گئیں بھائی کے ساتھ زمین پر۔ حسینؑ نے کاغذ لیا۔ قلم دست مبارک میں تھاما۔ لکھنا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط رجُل فقیہ۔ حبیب ابنؑ مظاہر کے نام۔ فرزند رسولؐ حسینؑ ابن علیؑ کی طرف سے۔ مرد فقیہ کو خط لکھنا شروع کیا۔ زینبؑ نے غور سے دیکھا۔ حسینؑ ایک جملہ لکھتے ہیں۔ بھائی حبیبؑ۔ ہم عالم غربت میں گھر گئے۔ چاروں طرف سے لشکر کا نرغہ ہے۔ فاطمہؑ کا بیٹا قلیل تعداد میں لے کر لوگوں کو آیا ہوا ہے۔ بھائی اگر ہماری مدد کر سکتے ہو تو آجاؤ۔

یہ خط زینبؑ کی فرمائش پر لکھا جارہا ہے۔ حبیبؑ آسکتے ہو تو آجاؤ۔ ہم چاروں طرف سے گھر گئے ہیں۔ مدد کر سکتے ہو تو کرو۔ فقط والسلام یہ خط بند کیا۔

اللہ اکبر! اس کے بعد لکھا۔ نوٹ پر لکھا کہ حبیبؑ اس بات کا خیال رہے کہ میرے ساتھ بتولؑ کی بیٹیاں ہیں۔ جزاک اللہ۔ حبیبؑ اس بات کا خیال رہے کہ میرے ساتھ بتولؑ کی باپردہ بیٹیاں ہیں۔

یہ جملہ لکھ کر زینبؑ کو سنایا۔ شہزادی زینبؑ کہتی ہیں۔ بھیا ایک بات میری طرف سے لکھ دو بھائی حبیبؑ کو۔ بہن کیا لکھ دوں؟ بھائی یہ لکھ دو۔ تمہیں علیؑ کی بیٹی سلام کہتی ہے۔ قاصد کو خط دیا۔ قاصد خط لے کر کوفہ پہنچا۔ حبیبؑ بازار کوفہ میں

کھڑے کسی دکان پر خضاب خرید رہے تھے۔ قاصد قریب پہنچا حبیبؓ کو خط دیا۔ پوچھا کس کا خط ہے کہا آقا حسینؑ ابن علیؑ کا خط ہے۔ پوچھا کہاں ہے میرا مولاؑ ؟ کربلا میں۔ کہا میرے آقا کی خیر تو ہے کیا ہوا؟ کہا جو ہوا ہے خط میں تحریر ہے۔

حبیبؑ نے خضاب کی پڑیا پھینکی۔ حسینؑ کے خط کو آنکھوں سے لگایا۔ ہونٹوں سے بوسہ دیا۔ خط کو چاک کر کے پڑھتے ہوئے حبیبؑ گھر میں آئے۔ گھر میں آکر زوجہ کو بلایا، حبیبؑ کی زوجہ نے پریشان حبیبؑ کو دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ بہت پریشان ہو؟ حبیبؑ نے کہا کہ آقا حسینؑ کا خط آیا ہے۔ کیا لکھا ہے؟ لکھا ہے کہ دشمنوں کے نرغہ میں ہیں۔ زوجہ حبیبؑ سینے پر ہاتھ مار کر کہتی ہے۔ فاطمہؑ کا لال حسینؑ ؟ کون حسینؑ فاطمہؑ کا بیٹا حسینؑ کہا۔ ہاں کربلا پہنچ گئے ہیں۔ دشمنوں میں گھر گئے ہیں۔ مجھے مدد کے لئے بلایا ہے۔ زوجہ نے پوچھا تو پھر کیا فیصلہ کیا ہے؟

حبیب نے آزمائش کی غرض سے کہا سوچ رہا ہوں اگر چلا گیا تو تیرا کیا ہوگا؟ ارادہ ہے اپنی تلوار بھیج دوں۔ اپنا گھوڑا بھیج دوں۔ عزادارو! اتنا جملہ جو حبیبؑ نے کہا۔ حبیبؑ کے بازو پر ہاتھ مار کر حبیبؑ کی زوجہ کہتی ہے۔ لے یہ چوڑیاں پہن لے۔ ارے تجھے فاطمہؑ کا لالؑ بلائے اور تجھے بیوی کا خیال آئے۔ حبیبؑ کھڑے ہوئے۔ جوش شجاعت نے مرحبا کہا۔ میں تو تیرا امتحان لے رہا تھا۔ کہا اچھا خدا حافظ۔ غلام کو آواز دی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ تلوار میان میں رکھی۔

80 برس کا حسین بوڑھا مجاہد اور صحابی۔ بجلی کی طرح گھوڑے پر سوار ہوئے۔ کربلا پہنچا۔ گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز اور گرد اٹھی۔ حسینؑ خیمے سے باہر نکلے۔ عباسؑ جلدی آؤ۔ میرا دوست آرہا ہے۔ حسینؑ آگے آئے۔

عباسؑ سامنے آئے۔ حبیبؑ کا گھوڑا نزدیک آیا۔ اس سے پہلے کہ حبیبؑ گھوڑے سے اترتے فاطمہؑ کا بیٹا نزدیک آیا۔ اور آگے بڑھ کر حبیبؑ کے گھوڑے کی لگام تھام لی۔ ہاتھوں کو جوڑ کر حبیبؑ کہتے ہیں۔ مولاؑ یہ کیا غضب کر رہے ہیں۔ حسینؑ نے کہا حبیبؑ تو میرا محسن ہے۔ تو نے زینبؑ کے دل کی بات پوری کر دی۔ حبیبؑ کا بازو تھام

کر عباسؑ نے اتارا۔ حسینؑ نے گلے لگایا۔ ایک مرتبہ خیمے کا پردہ اٹھا۔ آواز آئی فضہؑ کی۔ حبیبؑ! تجھے علیؑ کی بیٹی سلام کر رہی ہے۔
ماتم حسینؑ۔۔۔ حسینؑ۔۔۔ حسینؑ
الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین.

پانچویں مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ؕ قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ○

(سورۃ آلِ عمران: آیت ۳۱-۳۲)

حضرات گرامی قدر! بزرگان محترم! عزاداران مظلوم کربلاؑ! انجمن محبان حسینؑ کی جانب سے عزا خانہ ابو طالبؑ میں عشرہ محرم کی پانچویں تقریر۔ آپ حضرات کی ذوق ایمانی کی نذر ہے۔ اطاعت رسولؐ ہمارا عنوان گفتگو ہے۔ اور اس عنوان پر میں آپ حضرات کی توجہات کا شکر گزار ہوں۔

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ قرآن مجید اللہ کا وہ محکم کلام ہے جس کو اس نے اپنے حبیبؐ کے سینے پر بطور معجزہ نازل کیا۔ اور اس کے بعد فرمایا۔ **تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً**۔ محترم و مکرم اور بابرکت ہے وہ ذات کہ جس نے اپنے عبد پر فرقان نازل کیا۔ اور اس کو عالمین کے لئے نذیر بنایا۔ اور ہر شے اور ہر خشک و تر کا مسئلہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ اور اس قرآن مجید کی عظمت یہ ہے کہ۔ **ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتو بسورۃ من مثلہ**. یہاں ارشاد ہوا اے کفار مکہ۔

اے دشمن اسلام و نبوتؐ! اگر تمہیں اس قرآن کے بارے میں شک ہے۔ جو ہم نے اپنے عبد پر نازل کیا ہے (اور تم سمجھ رہے ہو کلام بشر ہے) تو تم سارے عرب مل کر اس قرآن کا جواب لے آؤ۔ جبکہ یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر اسلامؐ نے آیت کے نزول کے بعد سورہ کوثر کو ایک تختی پر لکھ کر خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا۔ اور

ارشاد فرمایا کہ طویل ترین سورے کا جواب تو کیا لاؤ گے۔ قرآن کا مختصر سورہ پیش کررہا ہوں۔ انا اعطینك الکوثر. فصل لربك و انحر. ان شانئك ھو لابتر. تم قیامت تک ان تین آیتوں کا جواب لے آؤ۔

اب یہ بصیرت پیغمبرؐ ہے۔ خدا نے یہ آیت اس لیے تو نازل نہیں کی کہ میرے حبیبؐ چیلنج کر دو دشمن اسلام کو سورہ کوثر کی آیت سے۔ یہ بصیرت پیغمبرؐ ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے قرآن مجید کی ساری سورتوں میں سے سورہ کوثر کا انتخاب کیا۔ اور سورہ کوثر کو خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا۔ آج چودہ سو برس ہو گئے مگر آج تک بھی دنیا سورۂ کوثر کا جواب نہ لا سکی۔ تو جب سورہ کوثر کی تین آیتوں کا جواب چودہ سو برس میں نہ پیش کیا جاسکا۔ تو ساقی کوثر کا جواب کیسے پیش کیا جائے گا۔ صلوات۔

اس سورہ مبارکہ کی یہ عظمت ہے۔ یہ اس قرآن کا طرز استدلال ہے۔ اور آج تک جبکہ چودہ سو برس گزر گئے ہیں۔ دنیا علم کے بہت سے زینوں سے گزر گئی۔ مگر اب تک سارا زمانہ مل کر بھی سورہ کوثر کا جواب نہ لا سکا۔ قرآن صامت کا جواب اب تک تو نہیں لا سکے۔ تو قرآن ناطق کا کیا جواب لاؤ گے؟

یہ قرآن کا طرز استدلال ہے۔ یہ قرآن کے احکامات کی یکسانیت ہے۔ کہ آیت نازل ہوئی کہ۔

افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللّٰہ لو جد فیہ اختلافاً کثیراً۔

تم قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے؟ تم قرآن میں تفکر کیوں نہیں کرتے؟ کہ قرآن اگر اللہ کے علاوہ کسی غیر کی جانب سے ہوتا۔ تم اس کی آیتوں میں اختلاف پاتے۔ معلوم ہوا جو شے بھی اللہ کی طرف سے ہو اس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن ہو یا نبوتؐ۔ رسالت ہو یا امامت۔ امامت ہو چاہے قیامت۔ جو اللہ کی جانب سے ہے اس میں قیامت تک کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ یعنی اختلاف ہوتا ہی اس شے میں ہے۔ جو بندے پیش کریں۔ اختلاف بندوں کی طرف سے ہوتا ہے اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔

بندے اختلاف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی کرسی اقتدار ہی اختلافات پر نظر آتی ہے۔ لیکن خداوند عالم کو اپنی کرسی بچانے کے لئے بھائی کو بھائی سے لڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وسع کرسیه السموت والارض. اس کی کرسی جغرافیائی مملکت کی کرسی نہیں ہے۔ بلکہ آسمان و زمین کی وسعتوں میں اس کی کرسی ہے۔ وہ ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کے مزاج میں تخت بدلنا نہیں ہے۔ اس کی سیرت ہی نہیں۔ اس کی کرسی کی تو بات چھوڑیئے۔ اس نے دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ بھیجے کسی پیغمبرؑ کے اقتدار کا تخت الٹا گیا؟

دنیا میں بڑے بڑے رہنماؤں کے تخت الٹ جاتے ہیں۔ بڑے بڑے صاحبان جبروت کے تخت تاراج ہو جاتے ہیں۔ لیکن آج تک مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ کہ آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک کیا کسی نبیؐ کا تخت خدا نے الٹا؟

کسی نبی کو سسپینڈ (SUSPEND) کیا گیا؟ کیا خدا نے معاذ اللہ کسی نبیؐ کو سزا دی۔ نہیں! سزا یوں نہیں دیتا کہ اگر کسی نبیؐ کو سزا دے تو حرف بنانے والے پر آئے گا۔ کیسے کو بنا کر بھیج دیا تھا؟ خدا جنہیں بندوں کی ہدایت کے لئے بنا کر بھیجتا ہے ان کے ایمان و ایقان کی ذمہ داری خدا خود لے لیتا ہے۔ ان کے تحفظ کی ذمہ داری بھی خود لے لیتا ہے

تو عزیزو! نتیجہ کیا ہوا؟ اللہ کے بنائے ہوئے تخت و تاج کی تمنا نہیں کرتے۔ وہ لوگ تخت و تاج کی تمنا کرتے ہیں۔ جن کی معاشرے میں کوئی عزت نہیں ہوئی۔ جن کا خاندانی بیک گراؤنڈ (BACK GROUND) کچھ نہیں ہوتا۔ وہ اقتدار پر آکر اپنی حیثیت منوانا چاہتے ہیں۔ لیکن جنہیں اللہ اپنی طرف سے منتخب کرتا ہے۔ وہ بوریئے پر بیٹھ کر اقتدار کو اپنی ٹھوکروں میں رکھتے ہیں۔

تخت و اقتدار کی بیساکھیوں کا سہارا لے کر۔ یا ایڑیاں اٹھا کر قد بڑھا لینے والے عزت دار اور ہوتے ہیں۔ مہر نبوتؐ پر قدم رکھ کر بت شکنی کرنے والے اور ہوتے ہیں۔

عزیزان محترم! ذرا آپ اندازہ تو کیجئے! کہ جس علیؑ کو مہر نبوتؐ کا اقتدار مل گیا ہو۔ جو علیؑ مہر نبوتؐ کے تخت پر قدم رکھ چکا ہو۔ جس علیؑ کے قدموں کو مہر نبوتؐ چوم چکی ہو۔ وہ علیؑ تخت حکومت کی تمنا کرے گا؟ وہ علیؑ تخت اقتدار کی پرواہ کرے گا؟

عجیب منزل ہے! پیغمبرؐ اور علیؑ کی۔ پیغمبرؐ کو بھی پیشکش کی تھی۔ کہ اقتدار لے لیں۔ علیؑ کو بھی پیشکش ہوئی۔ پہلی منزل پر پیغمبرؐ اسلام کے وصال کے بعد۔ نبیؐ کی وفات کے فوراً بعد بنی امیہ کا سردار۔ اس بات پر تمام تاریخیں متفق ہیں۔ تاریخ طبری سے لے کر مولانا مودودی تک سب متفق ہیں۔ کہ یزید کا دادا علیؑ کے پاس آیا۔ کہا! علیؑ! کہاں گھر میں بیٹھے ہو؟ اقتدار دوسرے قبیلے میں جارہا ہے۔ اقتدار پر قبضہ کرنا۔ یا ہمارا کام ہے یا تمہارا کام ہے ہم دو ہی تو عزت دار قبیلے ہیں۔ اس پورے عرب میں۔ اگر تم آگے نکلنے پر تیار ہو اقتدار کے خواہشمند ہو۔ تو میں مدینے کی گلیوں اور راستوں کو۔ سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔

مسلمانان عالم! سجدے کریں علیؑ کی بصیرت کو۔ یزید کا دادا خلافت راشدہ کے خاتمے کا منصوبہ لے کر آیا تھا۔ مگر علیؑ کے تدبر نے مسلمانوں کو اختلاف سے بچالیا۔ یہ کہہ کر ابوسفیان تو کب سے اسلام کا حامی بن گیا؟ تو کب سے اسلام کا ہمدرد بن گیا؟ تو کب سے مسلمان ہو گیا؟

آپ نے دیکھا! کہ اقتدار کی پیشکش علیؑ کو بھی ہوئی۔ اور نبیؐ کو بھی ہوئی۔ اگر علیؑ اور نبیؐ ایک ہی نور سے نہ ہوتے تو جواب دونوں کا ایک نہ ہوتا۔ بہت توجہ ۔

جو شہر علم کا در ہو شہنشاہ دو عالم ہو
اسے جاہل قبیلوں کی حکومت زیب کیا دے گی

نصیری کا خدا بننے سے جو انکار کر بیٹھے
ذرا سوچو اسے کوئی خلافت زیب کیا دے گی

(صلوات)

یہ ہے وہ مقام فکر! عزیزان محترم! کہ جو خدا کے یہاں سے عزتیں لے کر آئیں وہ تخت کی وجہ سے عزت حاصل کرنے کے خواہش مند نہیں ہوا کرتے۔ علیؑ کوئی دنیا میں آکر علیؑ نہیں بنا۔ علیؑ تو جب پیدا ہوا تو علیؑ تھا۔ جہاں پیدا ہوا وہ جگہ علیؑ۔ جس ماں کے بطن سے پیدا ہوا وہ بطن علیؑ۔ جس باپ کے صُلب سے پیدا ہوا وہ صُلب علیؑ۔

جس خاندان میں آیا تھا وہ خاندان علیؑ۔ جس قبیلے میں آیا وہ قبیلہ علیؑ۔ جس قوم میں آیا وہ قوم علیؑ۔ جس گھر میں آیا وہ گھر علیؑ۔ جس گود میں آیا وہ گود علیؑ۔ جو زبان چوسی وہ زبان بھی علیؑ۔ جس آغوش میں پروان چڑھا وہ آغوش علیؑ۔ جس بستر پر سویا وہ بستر بھی علیؑ۔ جس دوش پر پہنچا وہ دوش علیؑ۔۔۔ دوستو! علیؑ پیدا ہونے کے بعد علیؑ نہیں بنا۔ علیؑ جب پیدا ہوا تو علیؑ تھا۔

ہم جب پیدا ہوئے تو کچھ بھی نہیں تھے۔ پیدا ہوئے پڑھے لکھے تو ذاکر بنے۔ پیدائشی ذاکر کوئی نہیں ہوتا۔ پیدائشی عالم کوئی نہیں بنتا۔ پڑھتا ہے تب عالم بنتا ہے نا؟ پیدا ہوتے ہی قابل تذکرہ کوئی نہیں بنتا۔ بس یہی فرق ہے۔ عزیزان محترم! معصومؑ اور امت میں۔ معصومؑ جب پیدا ہوتا ہے۔ تو عالم ہوتا ہے امّتی جب پیدا ہوتا ہے تو جاہل ہوتا ہے۔ بس اب معصومؑ اور امت میں فرق اتنا ہے جتنا علم اور جہل میں فرق ہے۔

تو عزیزان محترم! جب علیؑ پیدا ہوا تو کعبہ میں پیدا ہوا۔ اپنے گھر میں نہیں پیدا ہوا۔ اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا۔ ابو طالبؑ سے کسی نے پوچھا آپ کے گھر علیؑ کیوں نہیں پیدا ہوئے؟ تو ابو طالبؑ نے بڑا بصیرت کا جواب دیا تھا۔ میرے لئے آتا تو میرے گھر میں پیدا ہوتا۔۔۔ توجہ ہے نا دوستو! جس کے لئے آیا تھا اس کے گھر میں پیدا ہوا۔ جس کا ناصر بن کر آیا تھا اس کی گود میں آیا۔ اسی لئے علیؑ کو ابو طالبؑ نے کھانا بھی نہیں کھلایا۔ پہلی غذا بھی ابو طالبؑ نے نہیں دی۔ اس لئے کہ گواہ بن کے آیا تھا رسالتؐ کا۔ تو یہ تو دنیا کا قانون ہے کہ گواہ کا سارا خرچ مدعی کے ذمہ ہوا کرتا ہے۔

اسی لئے پیدا ہوا خدا کے گھر میں۔ آنکھ کھولی رسولؐ کی آغوش میں۔ غذا پائی لعاب رسولؐ سے پروان چڑھا دامن رسولؐ میں سویا بستر رسولؐ پر معراج پائی روشنی

رسولؐ پر۔ اٹھا تو علیؑ تھا۔ سویا تو نبیؐ۔ بولا تو نصیری کا خدا تھا۔ یعنی تینوں نے غلط سمجھا۔ بھائی ساری رات کفار نبیؐ سمجھتے رہے نا۔ بھائی ساری رات شب ہجر کفار نبیؐ سمجھتے رہے نا؟ غلط سمجھا۔ جنہوں نے علیؑ کو غلط سمجھا انہوں نے نبیؐ سمجھا۔ جنہوں نے بالکل غلط سمجھا۔ انہوں نے خدا سمجھا۔ علیؑ تو ہے ہی عجیب و غریب شخصیت۔ خدا کی قسم غلط بھی کوئی سمجھتا ہے۔ تو یا نبیؐ سمجھتا ہے یا خدا سمجھتا ہے۔ صلوات۔

توجہ ہے نا عزیزان محترم؟ پروان چڑھا۔ کھڑا ہوا۔ بڑا ہوا۔ دعوت ذوالعشیرہ میں پہنچا گواہ رسالتؐ بنا۔ عمر کتنی تھی۔ بارہ برس۔ گواہ کس کا۔ خاتم النبینؐ کا اللہ اکبر! یعنی نبیؐ کی گواہی دے گا علیؑ۔ نہیں ایسے نہیں پہلے رسولؐ کو سمجھو۔

ایک جگہ پر قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید و جئنا بک علی ہولاء شہیدا۔ سورۃ النساء

حبیبؐ! میرے! قیامت کے دن دیکھنا کے اس دن گنہگاروں کا کیا عالم ہوگا۔ جب ہم تمام امت پر ان کے نبیؐ کو گواہ بنائیں گے۔ ان کا نبیؐ امتوں کے کردار کی گواہی دے گا۔ میں قربان جاؤں۔ اپنے رسولؐ پر۔ اور اے میرے حبیبؐ! آپؐ کو ان تمام انبیاءؑ کی گواہی دینی ہوگی۔ حبیبؐ تمام نبیؐ اپنی امتوں کے گواہ ہوں گے۔ تمام نبیؐ اپنی امت کی دیں گے گواہی۔

آدمؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ نوحؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ شیثؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ انوشؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ اسماعیلؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ ادریسؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ ابراہیمؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ یعقوبؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ سلیمانؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ داؤدؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ یوسفؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ اسحٰقؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ یہوداؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ موسیٰؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ ہارونؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ عیسیٰؑ اپنی امت کی گواہی دیں گے۔

کہ پروردگار انہوں نے یہ کیا۔ انہوں نے یہ کیا۔ انہوں نے یہ کیا۔ انہوں نے

یہ کیا۔ یعنی ان امتوں کا مستقبل ان انبیاءؑ کی تصدیق کا محتاج ہوگا۔ اگر یہ انبیاءؑ تصدیق کردیں کہ یہ امتیں اچھی ہیں تو سب بخشی جائیں گی۔ اگر وہ کہہ دیں کہ یہ بری ہیں تو ساری امتیں جہنم میں چلی جائیں گی۔ یہ ہے ان نبیوںؑ کا مقام۔ کہ جو اپنی امت کی گواہی دیں گے۔ یعنی ساری امتوں کا مقدر قیامت کے دن۔ آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک کے نبیوںؑ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اور میرا رسولؐ ان تمام نبیوں پر گواہ ہوگا۔

تو اگر سمجھ سکو تو سمجھ لو۔ کہ انبیاء ماسبق کے ہاتھوں میں تمام امتوں کا مقدر ہوگا۔ اور میرے نبیؐ کے ہاتھ میں تمام نبیوںؑ کی تقدیر ہوگی۔ اور آپؐ میرے حبیبؐ قیامت کے دن نبیوںؑ کی گواہیں دیں گے۔ آپ دیں گے گواہی ہم آدمؑ سے نہیں پوچھیں گے۔ کہ آدمؑ نے کیا کیا۔ میرے حبیبؐ! آپؐ بتائیں گے۔ کہ آدمؑ نے حق تبلیغ ادا کیا کہ نہیں کیا؟

آپؐ بتائیں گے! کہ نوحؑ نے سفینہ کیسے چلایا؟ آپؐ بتائیں گے! ابراہیمؑ نے آگ کو کیسے گلزار کیا؟ آپؐ بتائیں گے! کہ موسیٰؑ فرعون سے کیسے لڑے؟ آپؐ بتائیں گے! کہ عیسیٰؑ نے مریضوں کو کیسے اچھا کیا؟ آپؐ بتائیں گے! کہ سلیمانؑ نے حکومت کیسے کی؟ آپؐ بتائیں گے کہ یوسفؑ بازار میں کیسے بکے؟ آپؐ بتائیں گے! کہ ایوبؑ نے کیسے صبر کیا؟ آپؐ بتائیں گے! کہ یعقوبؑ روئے کتنا؟ توجہ ہے نا؟ حبیبؐ میرے! آپؐ گواہی دیں گے تمام انبیاءؑ کی۔ یعنی تمام انبیاءؑ کا مستقبل میرے رسولؐ کے لبوں کی جنبش کے نیچے ہوگا۔

اب سمجھے آپ کہ رسولؐ ہم جیسا نہیں ہے۔ رسولؐ ہمارا وہ اولوالعزم پیغمبرؐ ہے۔ کہ سارے نبیوںؑ کا مستقبل جس کے لبوں کی جنبش کا محتاج ہو۔ اگر وہ کہہ دے کہ آدمؑ ٹھیک۔ تو آدمؑ ٹھیک۔ خدا میرے حبیبؐ کے فیصلے کو تبدیل نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ اس نے گواہ بلا جو لیا۔ لہٰذا گواہی کو مسترد نہیں کرے گا۔ ورنہ اس کی توحید میں خلل واقع ہو جائے گا۔ اس کے عدل میں خلل واقع ہو جائے گا۔

میں ملت مسلمہ کے علماء سے۔ سیرت نگاروں سے۔ عزاخانہ ابو طالبؑ کے اس

عظیم اجتماع سے دست بستہ اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ نے تو ہر دور کی چاہے پہلی صدی ہجری ہو۔ چاہے دوسری یا تیسری صدی ہجری ہو۔ چاہے پانچویں صدی ہجری ہو۔ چاہے بیسویں صدی ہجری ہو۔ آپ نے تو ہر دور میں ہر زمانے میں۔ سیرت کی کتاب میں تو یہی لکھا کہ سب سے آخر میں آئے۔ اور چالیس برس بعد نبی بنے۔ چالیس برس کے بعد نبیؐ بنے۔ چالیس برس تک نبیؐ نہیں تھے۔

تو اگر یہ سب سے آخر میں آیا اور چالیس برس تک نبیؐ نہیں تھا تو قرآن کی اس آیت کو کہاں لے جاؤ گے؟ کہ تمام انبیاءؑ پر ہم آپ کو گواہ بلائیں گے۔ تو یہ بنا سب سے آخر میں تو اسے کیا حق ہے؟ کہ یہ آدمؑ کی گواہی دے۔

عزیزان محترم! پھر اس نبی کو کیا حق ہے کہ آدمؑ کی گواہی دے؟

آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک۔ گواہی دینا۔ میرے نبیؐ کی اس بات کی دلیل ہے

کہ جب آدمؑ صفوت کر رہا تھا۔ میرا نبیؐ دیکھ رہا تھا۔

جب نوحؑ سفینہ چلا رہا تھا۔ میرا نبیؐ دیکھ رہا تھا۔

جب ابراہیمؑ آگ میں کود رہا تھا میرا نبیؐ دیکھ رہا تھا۔

جب یوسفؑ بازار میں بک رہا تھا میرا نبیؐ دیکھ رہا تھا۔

جب موسیٰؑ عصا چلا رہا تھا میرا نبیؐ دیکھ رہا تھا۔

جب عیسیٰؑ اندھوں کو بینا کر رہا تھا میرا نبیؐ دیکھ رہا تھا۔

کائنات خلق ہو رہی تھی میرا نبیؐ دیکھ رہا تھا۔

بلکہ کائنات عدم میں تھی نور محمدؐ وجود میں تھا۔

اب آپ مجھے یہ بتائیں یہ بات یہاں مکمل ہے کہ نہیں؟ آپ پیش نگاہ رکھیں مقام نبوتؐ تو بات سمجھ میں آجائے گی۔ **فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید.** قیامت کے دن تمام امتوں پر ان کے نبیؐ کو گواہ بلائیں گے۔ **وجئنا بك علی هولاء شهید.** اور میرے رسولؐ ہم ان انبیاءؑ پر تم کو گواہ بلائیں گے۔

عزیزان محترم! بڑی توجہ۔ کہ یہ ہے علیؑ کے نبیؐ کی شان۔ مسلمانوں کے نبیؐ کی

نہیں وہ تو مجھ جیسا ہے۔ میں تو علیؑ کے نبیؐ کی شان بتا رہا ہوں۔ یہ ہے علیؑ کے نبیؐ کی شان کہ قیامت کے دن ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار معصوم پیغمبروںؑ کے گواہ بنیں گے۔ اور یہ نبیؐ کے علیؑ کی شان ہے جو خاتم النبیین کی گواہی دے گا۔ صلوات۔

یہ ہے شان علیؑ کہ جو خاتم النبیین کی گواہی دے گا۔ اس کے لئے بھی قرآن مجید میں آیۂ کریمہ موجود ہے۔ **يقول الذين كفروا لست موسلا. قل كفىٰ باالله شهيدً ا بيني و بينكم ومن عنده علم الكتاب.** میرے حبیبؐ! اگر یہ کافر تجھے مرسل نہ مانیں تو نہ مانیں۔ ان سے کہہ دے کہ میری گواہی کے لئے ایک اللہ کافی ہے۔ اور ایک وہ کافی ہے جسے ہم نے کل کتاب کا علم عطا کیا۔ سورۃ الرعد۴۳

اب یاد رکھیئے کہ صحابی کا بڑا مقام ہے۔ صحابی کی بڑی عزت ہے۔ ہماری جانیں نثار رسولؐ کے مخلص صحابہ پر۔ کون کہتا ہے کہ ہم صحابہ کرام کو نہیں مانتے؟ ہماری جانیں قربان رسولؐ کے فرمانبردار صحابہ پر اس لئے کہ ۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

ہماری جانیں نثار رسولؐ کے اطاعت گزار صحابہ پر۔ لیکن صحابہ کرام کا تقابل علیؑ سے نہیں کیا جاسکتا۔ کہ سارے صحابہ کرام نے رسالتؐ کا کلمہ پڑھا ہے۔ علیؑ نے رسالتؐ کی گواہی دی ہے۔ کلمہ پڑھنے والے اور ہوتے ہیں گواہی دینے والے اور ہوتے ہیں۔ رسالتؐ کی گواہی دی ہے علیؑ نے محمدؐ کی گواہی نہیں۔ یعنی اس لئے کہ جب تک محمدؐ با حیات رہتے گواہی بھی باقی رہتی۔ لیکن محمدؐ ابن عبداللہ کی گواہی نہیں دی رسالت کی گواہی دی ہے۔ محمدؐ نے پردہ فرمایا ہے۔ نبوت غیبت میں نہیں ہے۔ علیؑ محمدؐ کے گواہ ہوتے تو محمدؐ کی زندگی تک محمدؐ کا ساتھ دیتے۔ اور جب پیغمبرؐ انتقال فرما جاتے تو علیؑ کی گواہی اور ذمہ داری بھی ختم ہو جاتی۔

لیکن علیؑ نے رسالت کی گواہی دی ہے۔ رسالت قیامت تک باقی تو علیؑ کی گواہی قیامت تک باقی۔ ملت مسلمہ پہلے تو یہ بات ثابت کرلے کہ پیغمبرؐ کی رسالت آج ہے کہ نہیں ہے۔ اقرار کرنا پڑے گا نوے کروڑ مسلمانوں کو محمدؐ رسول اللہ کہہ کر

محمد اللہ کے رسولؐ تھے نہیں۔ محمد اللہ کے رسولؐ ہیں۔

اس کا ترجمہ یہی ہے جو مسلمانوں کا کلمہ ہے۔ آج بھی اور قیامت تک کا مسلمان بھی یہی کلمہ پڑھے گا کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ تو قیامت تک رسالت باقی اور جب قیامت تک رسالت باقی۔ تو قیامت تک علیؑ کی گواہی رسالت کے لئے باقی۔ تو جب بھی ہم کہیں گے اشھد ان محمد رسولؐ اللہ تو ہمیں گواہی کے طور پر کہنا پڑے گا اشھد ان علیؑ ولی اللہ۔ صلوات۔

تو جب بھی جس جگہ جس زمانے میں بھی رسالت پر کوئی حرف آئے گا۔ علیؑ کی ذمہ داری ہے کہ رسالت کی نصرت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ علیؑ نے صرف زندگی ہی میں حفاظت و نصرت نہیں کی ہے رسولؐ کی۔ بلکہ اس دنیا سے چلے جانے سے قبل علیؑ نے کہہ دیا تھا رسولؐ سے کہ یا رسولؐ اللہ جب تک تیری رسالت باقی ہے میں ہر قدم پر تیرے ساتھ رہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ چہرے بدلتے رہیں۔ جب بھی تجھ پر کوئی حرف آئے گا۔

جب بھی مولاؑ تجھ پر آنچ آئے گی۔ میں تیرے ساتھ ہوں گا۔ کبھی حسنؑ کی صورت میں تجھے بچاؤں گا۔ کبھی حسینؑ کی صورت میں تجھے بچاؤں گا۔ کبھی علیؑ اصغرؑ کی صورت میں تیرے لئے تیر کھاؤں گا۔ کبھی علی اکبرؑ کی صورت میں تیرے لئے برچھی کھاؤں گا۔ کبھی قاسمؑ کی صورت میں تیرے لئے لاشہ پامال کراؤں گا۔

کبھی عباسؑ کی صورت میں اسلام! تیرے لئے بازو کٹواؤں گا۔ اور اگر یقین نہ آئے تو میرے مولاؑ تو شام و کوفہ کے بازاروں سے پوچھ لینا۔ میرے مولاؑ کوئی یہ نہیں کہے گا کہ زینبؑ بول رہی ہے۔ سارے کوفہ والے یہی کہیں گے کہ علیؑ خطبہ دے رہے ہیں۔

شہزادی۔ زینبؑ تجھ پر ہمارا سلام۔ کربلا کی محافظ تجھ پر ہمارا سلام۔ شریکۃ الحسینؑ تجھ پر ہمارا سلام۔ وہ زینبؑ جس نے اپنی جوڑی قربان کردی کہ میرا اکبرؑ بچ جائے۔ اور جوڑی ہی نہیں عزادارو! زینبؑ نے اپنی نسل قربان کردی۔ میری نسل

رہے نہ رہے حسینؑ تیری نسل باقی رہے۔

آج پانچ محرم ہے۔ علماء کا طریقہ رہا ہے۔ کہ پانچ محرم کو عونؑ و محمدؑ کی شہادت پڑھتے ہیں۔ لیکن مجھ میں آج اتنی قوت نہیں کہ مصائب شہادت پڑھوں۔ بس جملے سن لو عزادارو کہ زینبؑ کو اس لئے پرسہ دو آج کی شب۔ کہ حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب گیارہ محرم کو لٹا ہوا قافلہ اسیر ہو کر کوفہ کی طرف چلا۔ اور سیدانیوںؑ کا قافلہ گنج شہیداں سے گزرنے لگا۔ شہیدوں کے لاشوں پر نظر پڑی تو ہر بی بیؑ اپنے شہید کے لاشے پر رو رہی تھی۔ مگر میں نے دیکھا کہ گنج شہیداں میں دو بچوں کے لاشے اکیلے رہ گئے۔ ان پر کوئی رونے والا نہیں تھا۔ میں آگے بڑھا اور سید سجادؑ سے پوچھا۔ کہ مولاؑ کیا ان بچوں کی ماں مر گئی؟

جزاک اللہ! جزاک اللہ! مولاؑ کیا ان بچوں کی ماں مر گئی؟ سید سجادؑ کہتے ہیں۔ بھائی ایسا نہ کہو کہ ان بچوں کی ماں میری پھوپھی ہے۔

مگر میری پھوپھی نے کہا ہے کہ میں بچوں کا ماتم نہیں کروں گی۔ بھائی کو رووں گی۔ شہزادیؑ تیرے بچوں پر ہمارے بچے قربان۔ عزادارو، عبداللہؑ ابن جعفرؑ طیار کے بیٹے اور حیدر کرارؑ کے نواسے میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہوئے۔ عونؑ کو حسینؑ نے بازو پکڑ کے سوار کیا۔ محمدؑ کو اکبرؑ نے گھوڑے پر بٹھایا۔ دونوں نے خدا حافظ کہا۔

لشکر اعدا میں گئے۔ فوجوں پر حملہ کیا۔ فوج یزید کی صفائی کی دریا پر قبضہ کیا۔ جب دریا کی ٹھنڈی ہوا پائی تو بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا بھائی کاش سکینہؑ کی مشک لے آتے ادھر عونؑ و محمدؑ کے دریا پر قبضہ کرنے کی خبر خیمے میں پہنچی۔ سیدانیاں زینبؑ کو مبارکباد دینے آئیں۔ شہزادیؑ تیرے شیروں نے دریا جیت لیا۔ زینبؑ کہتی ہیں مجھے مبارک باد نہ دو۔ دعا کرو کہ میں فاطمہ زہراؑ سے شرمندہ نہ ہوں کہیں میرے بچے پانی نہ پی لیں۔

عزادارو۔۔۔ عونؑ و محمدؑ ابھی دریا پر کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ کہ تیس ہزار

کے لشکر نے بچوں کو ایک ساتھ گھیرا اور حملہ کیا۔ ایک ساتھ تیروں، تلواروں، نیزوں اور برچھیوں کے وار، زینبؑ کے بچے زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے۔

حسینؑ اور عباسؑ دونوں زخمی شیروں کے پاس پہنچے۔ اور عونؑ و محمدؑ کے قریب جا کر کہا۔ حسینؑ آگیا! میرے بیٹو! عونؑ و محمدؑ نے ماموںؑ کی آواز سنی۔ غشی کے عالم میں اپنا خون بھرا ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔ ہاتھ سے اشارہ کیا ماموں جان ہمارے قریب آیئے۔ دونوں ماموں ایک ساتھ دونوں بچوں پر جھکے۔ دونوں بچوں نے اپنے ہاتھ حسینؑ اور عباسؑ کے سر پر رکھے۔

اس کے بعد آہستہ سے کہا ماموں جان۔ آپ کے سر کی قسم اماں سے کہہ دینا کہ ہم دریا پر گئے تھے۔ مگر ہم نے پانی نہیں پیا۔ ہم نے پانی نہیں پیا۔ ماموں جان اماں سے کہہ دیجئے گا۔ اور گواہی دے دینا کہ ہم نے سکینہؑ کے بغیر پانی نہیں پیا۔ اتنا کہا اور بچوں کا دم نکل گیا۔ عونؑ و محمدؑ کے لاشے حسینؑ اور عباسؑ دریا سے خیمے کے قریب لائے۔ خیمے کے قریب آکر حسینؑ نے آواز دی زینبؑ! زینبؑ! تیرے بچوں کی بارات آگئی۔۔۔

خیمہ کا پردہ اٹھا۔ زینبؑ خیمہ کا پردہ پکڑے کھڑی ہو گئیں۔ بھیا! بھیا! لاشوں کو دیکھوں گی نہیں۔ پہلے یقین دلایئے انہوں نے پانی تو نہیں پیا؟ حسینؑ کہتے ہیں۔ زینبؑ! میں امامؑ ہو کے تصدیق کرتا ہوں۔ کہ تیرے بچے پیاسے ہیں۔ امامؑ نے گواہی دی۔ زینبؑ نے خیمہ کا پردہ اٹھایا۔ عونؑ و محمدؑ کو خیمے میں لایا گیا زینبؑ درمیان میں بیٹھ گئی۔ دایاں ہاتھ عونؑ کے سینے پر بایاں ہاتھ محمدؑ کے سینے پر رکھا۔ بچو! میں تم سے راضی ہو گئی۔ اس کے بعد آواز دی۔ بیٹا اکبرؑ! ادھر! آؤ اکبرؑ آئے کہا بیٹھ جاؤ۔

عباسؑ کو آواز دی! عباسؑ آئے! کہا عونؑ کو اٹھاؤ۔ محمدؑ کو زینبؑ نے اٹھایا۔ اٹھا کر اکبرؑ کے گرد چکر دینا شروع کیا۔ پروردگار میرے بچے اکبرؑ کی جوانی پر قربان۔ میرے بچے اکبرؑ کی جوانی کا صدقہ ہیں۔ ماتم حسینؑ۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

چھٹی مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ○
(سورۃ آل عمران، آیت: ۳۱-۳۲)

بزرگان محترم! عزاداران سید الشہداءؑ! عزا خانہ ابو طالبؑ میں اس عشرہ محرم میں چھٹی تقریر ہے۔ گذشتہ مجالس میں اطاعت رسولؐ پر گفتگو ہوئی۔ اور اس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ اسلام اطاعت رسولؐ کا نام ہے۔ اسلام کلمہ پڑھنے کا نام نہیں ہے۔ کلمہ پڑھ کر انسان مسلمان تو ہو جاتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ وہ مومن بھی ہو۔

فلا و ربك لا يومنون حتى يحكموك فى ماشجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً. سورۃ النساء ع ۶۵

اے میرے حبیبؐ! تیرے رب کی قسم! یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک اپنے معاملات میں تجھے حکم نہ بنالیں کبھی مومن نہیں ہو سکتے؟

یہ مسلمان مومن نہیں ہو سکتے۔ معلوم ہوا مسلمان ہونا اور بات ہے۔ جو اسلام لائے اسے مسلمان کہتے ہیں۔ جو ایمان لائے اسے مومن کہتے ہیں۔ حبیبؐ! تیرے رب کی قسم! تیرے پالنے والے کی قسم! یہ مسلمان مومن نہیں ہو سکتے۔ حتی يحكموك فى ما شجر بينهم

جب تک تمہیں اپنے معاملات میں حکم نہ بنالیں۔ اپنے معاملات میں۔ یعنی اس امت کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ کہ اپنے معاملات کو اپنے مشورے سے طے کرتے ہیں۔ یہی تو سوچا کرتا ہوں کہ جس امت کو اپنے معاملات۔ مشورے سے طے کرنے کا

حق حاصل نہیں ہے۔ تو اس امت کو سارے معاملات اپنے مشورے سے طے کرنے کا حق کس نے دے دیا۔؟

ثم لایجدوفی ما انفسهم حرجاً مما قصیت یسلمو تسلیماً۔(سورہ نساء نمبر65)

ابھی نہ صرف یہ کہ۔ یہ اپنے معاملات میں تجھے حکم بنائیں۔ بلکہ بحیثیت حکم کے جب میرے حبیبؐ تو کوئی فیصلہ کردے۔ تو یہ اپنے فیصلے کے خلاف اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں۔ یعنی تیرے فیصلے کے خلاف زبان پر اعتراض آجانا تو بڑی بات ہے۔ اگر دل میں بھی خیال آیا کہ پیغمبرؐ نے ایسا کیوں کیا؟ یہ اعلان کیوں کیا؟ یہ اعلان رسالتؐ کیوں کیا؟ یہ جنگیں کیوں کیں؟ یہ صلح کیوں کی؟ یہ علم کیوں دیا؟ یہ کاغذ کیوں مانگا؟ یہ قلم کیوں طلب کیا؟ یہ بی بیؑ کی تعظیم کے لئے کیوں اٹھے۔ یہ کسی کو کاندھے پر کیوں بٹھایا؟ یہ کسی کو مولاؑ کیوں بنایا؟

جو پیغمبرؐ کریں وہ حجت ہے۔ جو پیغمبرؐ کہے وہ حجت ہے۔ جو پیغمبرؐ حکم دے اسے تسلیم کرو۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے، کہ پیغمبرؐ کے حکم کے خلاف، دل میں بھی نہ خیال آئے۔ اور اگر دل میں بھی خیال آتا ہے تو آدمی ڈائریکٹ (DIRECT) ایمان سے باہر چلا جاتا ہے۔

تو یہ ہے اطاعت رسولؐ کہ دل میں بھی پیغمبرؐ کے کسی فیصلے کے خلاف کسی مسلمان کے دل میں بھی کوئی خیال اور کوئی تصور نہ آنے پائے۔

عزیزان محترم! اس عظیم الشان مجالس میں ہزاروں مومنین کے ذریعے سے جو بات ہم امت مسلمہ کو بڑی محبت اور احترام کے ساتھ پہنچانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اسلام جب اطاعت رسولؐ کا نام ہے۔ اسلام جب اطاعت پیغمبرؐ کا نام ہے۔ تو اطاعت کے لئے ضروری ہے کہ معرفت ہو۔ معرفت کے لئے ضروری ہے کہ علم ہو۔ علم کے لئے ضروری ہے کہ صحیح ہو۔ علم کے لئے ضروری ہے کہ دروازہ صحیح ہو۔ جو دروازہ صحیح ہوگا وہ مسئلہ پوچھے گا نہیں بتائے گا۔ وہ ہلاک ہوگا نہیں ہلاکت سے بچائے

گا۔ وہ مشکلوں میں پھنسے گا نہیں نکالے گا۔

اس لئے انسان جب بھی دینوی مشکلوں میں پھنستا ہے۔ کم علمی کی وجہ سے ہم جو مشکلوں کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے۔ اس لئے کہ کائنات کا علم بہت وسیع ہے۔ ہر انسان اس علم پر محیط نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیں مشکلیں درپیش آتی ہیں۔ جب مشکلیں درپیش آتی ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اتنا علم تو حاصل نہیں کرسکتے۔ باب علم کو مشکل کشائی کے لئے بلا لیتے ہیں۔ اور وہ مشکلوں کو اس لئے حل کردیتا ہے۔ کہ کائنات کا علم اس کی زد میں ہے۔ جو بھی مشکل ہے اس کے سامنے ہے۔ مشکل کا جو حل ہے اس کے سامنے ہے۔

تو اسی لئے علم کو قرآن میں بنیادی برتری قرار دیا گیا۔ علم کو بنیاد تفوق قرار دیا ہے۔ اسلام کا مزاج علم ہے۔ اسلام کی روح علم ہے۔ اسلام کی طبیعت علم ہے۔ اسلام کا پیغام علم ہے۔ جتنے بھی فسادات آپ کو نظر آرہے ہیں ساری کائنات میں جو انسان، انسان کا دشمن نظر آرہا ہے۔ وہ کم علمی کی بناء پر ہے۔ ہر تعصب جنم لیتا ہے جہالت کے پیٹ سے۔ ہر انتقام جنم لیتا ہے جہالت کے بدن سے۔ ہر تشدد انتقام لیتا ہے جہالت کے قبیلے سے۔ جہالت بنیاد ہے تمام تر برائیوں کی۔ اور جہالت اس لئے غالب ہے۔ کہ دنیا ابھی تک پہچان نہیں سکی کہ ابو جہل کون ہے؟

بہت توجہ! عزیزان محترم! ابو جہل مکہ مدینہ کے کسی ایک شخص کا نام نہیں ہے۔ ابو جہل ایک کردار کا نام نہیں ہے۔ اور یاد رکھو کوئی منفی کردار اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتا۔ جب تک مثبت کردار سامنے ابھر کر نہ ہو۔

توجہ ہے! آپ کی! دنیا مختلف ابو جہلوں کی نظام کی زد میں ہے۔ لہٰذا ساری کائنات کا نظام تل پٹ نظر آرہا ہے۔ جہاں دیکھو بے چینی ہے۔ جہاں دیکھو بے سکونی ہے۔ جہاں دیکھو بے قراری ہے۔ جہاں دیکھو نفرتیں ہیں۔ جہاں دیکھو ظلم ہے۔ جہاں دیکھو تشدد ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ دنیا نے علم صحیح کے دروازے کو چھوڑ دیا۔ علم کا دروازہ گیا تو معرفت گئی۔ معرفت گئی تو اطاعت گئی۔ اور اطاعت رسولؐ گئی تو دائرہ

اسلام سے باہر ہو گیا۔

رونا اسی بات کا ہے۔ کہ دنیا نے کتنے کافروں کو مسلمان ہوتے ہوئے تو دیکھا ہے۔ لیکن مسلمانوں کو کافر ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایمان اتنی دو دھاری تلوار ہے۔ ایمان اتنا نازک دائرہ ہے کہ اس میں ثابت قدم رہنے کے لئے سلمانؑ کا کلیجہ چاہیئے۔ اس میں ثابت قدم رہنے کے لئے ابوذر کا مزاج چاہیئے۔ اس دائرہ ایمان میں باقی رہنے کے لئے میثم کی جرات چاہیئے۔ اس دائرہ ایمان میں باقی رہنے کے لئے مقداد کی طینت چاہیئے۔ اس دائرہ ایمان میں باقی رہنے کے لئے قنبرؓ کا مزاج چاہیئے۔ جو پہچان سکے کہ علمی ولایت کیا ہے۔؟

میں آپ سے عرض کروں! یہ معرفت کی دنیا ہے دوستو! یہ معرفت کا راستہ ہے! یہاں معرفت کے بغیر ایک قدم بھی دین کا طے نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا کو آپ بغیر معرفت کے حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن دین، ایمان، مذہب، یہ آپ معرفت کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔ اور آل محمدؐ کا دروازہ معرفت رسول کا واحد دروازہ ہے۔

اب توجہ فرمالیں! یہ دروازہ اتنی معرفت کا دروازہ ہے۔ کہ ان کے گھر میں جو کنیزیں بن کے آئیں وہ ماں کہلائیں۔ معرفت کی منزل اس دروازے کی یہ ہے۔ کہ ان کے گھر میں جو کنیزیں بن کر آئیں وہ معصومینؑ کی ماں کہلائیں۔ اور یاد رکھو معصومؑ احترام کی وجہ سے کسی کو ماں نہیں کہیں گے۔ جب تک نگاہ معصومؑ میں یہ نہ ہو کہ ان کا حق ہے کہ انہیں ماں کہا جائے۔ چونکہ نگاہ معصومؑ نگاہ عدل سے دیکھتی ہے۔

اب اگر رسولؐ کسی کنیز کو بیٹی کہیں۔ علیؑ و فاطمہؑ کسی کنیز کو بہن کہیں۔ حسنینؑ اور زینبؑ و کلثومؑ کسی کو ماں کہیں۔ تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ معصومؑ جسے ماں کہہ دے۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے کنیز نہیں بنا سکتی۔ اور معصومؑ جسے کنیز اور غلام کہہ دیں دنیا کی کوئی طاقت اسے سردار نہیں بنا سکتی۔ چاہے دنیا کی بیساکھیاں اسے کتنے ہی اقتدار عطا کر دیں۔ چاہے پروپیگنڈے کی ایجنسیاں اس کے کتنے بھی فضائل بیان کرے۔ جسے معصومؑ نے غلام کہہ دیا وہ غلام ہے۔ دین میں بھی۔ دنیا میں بھی۔ اگر آپ

کو غلاموں ہی کی غلامی کرنی ہے تو آپ کا مقدر۔ صلوات۔

دیکھیئے میں آپ کو بادشاہی اور غلامی کا ایک فرق بتاؤں۔ جناب فضہؑ خاندان زہراؑ کی ماں۔ زہراؑ و علیؑ کی بہن۔ رسولؐ کی بیٹی۔ پیغمبرؐ نے بیٹی کہا۔ علیؑ و فاطمہؑ نے بہن کہا۔ حسنینؑ نے ماں کہا۔ یہ ہے درجہ۔ اور عالم کیا ہے؟ خدمت کرتی ہیں۔ یہ ہے علم کے گھر میں رہنے کا اثر کہ جناب فضہؑ دنیائے اسلام کی واحد خاتون ہے۔

جس نے بیس برس تک سوائے قرآن کے کچھ پڑھا ہی نہیں۔ جو بھی گفتگو کی۔ عام گفتگو بھی کی ہے نا۔ تو وہ قرآن کی آیت سے کی ہے۔ اپنا جملہ بولیں ہی نہیں بیس سال تک۔ اندازہ کریں۔ حالانکہ باقاعدہ جناب فاطمہ زہراؑ سے قرآن نہیں پڑھا۔ مجسم قرآن تو گود میں کھلاتی تھیں۔ اور اس خانوادے کی عظمت میں بتاؤں آپ کو۔ معرفت کی منزل ہے دیکھیئے۔ آئے جناب قنبرؓ بھی۔ غلام فضہؓ بھی کنیز۔ تاریخی اعتبار سے قنبرؓ غلام۔ فضہؓ کنیز۔ قنبر آئے دروازے پر دقل باب کیا۔ در فاطمہؑ زہرا پر دروازے پر جناب فضہؑ پہونچی۔ قنبرؓ نے کہا فضہؓ میرا مولاؑ کہاں ہے؟

فضہؑ بے نیازی سے کہتی ہیں اس وقت میرا مولاؑ چوتھے آسمان پر فرشتوں میں رزق تقسیم کر رہا ہے۔ قنبرؓ کو یقین آگیا واپس پلٹ آئے۔ در مسجد پر جب آئے تو دیکھا علیؑ فقیروں میں روٹی بانٹ رہے ہیں۔ فضہؑ نے کیا کہا تھا؟

چوتھے آسمان پر فرشتوں میں رزق بانٹ رہے ہیں۔ علیؑ در مسجد پر روٹیاں بانٹ رہے تھے۔ فقیروں میں قنبرؓ کو ایک مرتبہ موقع ہاتھ آیا۔ کہ آج میں مولاؑ سے کہوں گا۔ کہ مولاؑ آپؑ نے فضہؓ کو اپنی کنیزی میں بہت سر چڑھالیا ہے۔ اب تو وہ امور امامتؑ میں مداخلت کر رہی ہے۔ اب تو وہ زمین پر بیٹھ کر آسمانوں کے پتے دینے لگی ہے۔

جب علیؑ فارغ ہوئے فقیروں کو روٹیاں تقسیم کر کے ہاتھوں کو جوڑ کر کہتے ہیں۔ مولاؑ دیکھا آپؑ نے فضہؓ کا کام؟ کہا! کیا ہوا؟ مولاؑ میں دروازے پر گیا۔ میں نے جا کر پوچھا میرا مولاؑ کہاں ہے۔ کہنے لگی میرا مولاؑ چوتھے آسمان پر فرشتوں میں رزق

بانٹ رہا ہے۔ علیؑ نے قنبرؓ کو غور سے دیکھا۔ متبسم ہو کر دیکھا۔ مسکرا کر فرماتے ہیں!
کیا قنبرؓ تجھے شک ہے؟ مولاؑ فرماتے ہیں! کیا تجھے شک ہے؟

قنبرؓ لرز کر رہ گئے۔ مولاؑ! میری کیا مجال۔ میں آپؑ کا غلام ہوں۔ میں اور شک کروں؟ میں تو معروضی حالات کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ کہ فضہؓ نے کہا تھا۔ کہ آپؑ چوتھے آسمان پر ہیں اور آپؑ تو در مسجد پر کھڑے روٹیاں تقسیم کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ تو مسجد کا دروازہ چوتھا آسمان کیسے بن گیا؟۔۔۔

علیؑ نے مسکرا کر قنبرؓ کی آنکھوں پر اعجاز امامت کا ہاتھ پھیرا۔ آسمان کے پردے ہٹے۔ کہا آسمان کی طرف دیکھ۔ تو قنبرؓ مسکرا کر کہتے ہیں۔ مولاؑ آپ پہلے آسمان پر فرشتوں سے مصافحہ کررہے ہیں۔ دوسرے آسمان پر آپؑ انبیاءؑ سے بات چیت کررہے ہیں۔ تیسرے آسمان پر آپؑ فرشتوں میں رزق تقسیم کررہے ہیں۔ چوتھے آسمان پر آپؑ حضرت عیسیٰؑ کو ہدایتیں دے رہے ہیں۔ پانچویں آسمان پر امور مشیت سرانجام دے رہے ہیں۔ چھٹے آسمان پر آپؑ حوض کوثر کی خبر لے رہے ہیں۔ ساتویں آسمان پر آپؑ لوح محفوظ کا غائرانہ جائزہ لے رہے ہیں۔

مولاؑ! ساتوں آسمانوں پر جہاں جہاں میں دیکھ رہا ہوں۔ علیؑ! علیؑ! علیؑ! ہی نظر آرہا ہے۔ تو جواب آیا قنبرؓ! بس آج کے بعد ایک بات کا خیال رکھنا غلام تو بھی ہے۔ کنیز فضہؓ بھی ہے۔ مگر کبھی فضہؓ سے مقابلے کی کوشش نہ کرنا۔ اس لئے کہ تو ڈیوڑھی کے باہر کا غلام ہے۔ وہ گھر کے اندر کی کنیز ہے۔

یہ ہیں عزیزان محترم! معرفت کی منزلیں۔ معرفت کی منزل اس خاندان کی یہ ہے۔ کہ قنبرؓ غلام سہی مگر ڈیوڑھی کے باہر کا ہے۔ فضہؓ گھر کے اندر کی خدمت گار ہے۔ یہ پوری رات عصمت کے ماحول میں رہتی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ گھر کے باہر کا غلام اور گھر کے اندر کی کنیز دونوں معرفت کی منزل میں ایک ہیں۔ مگر علم کی منزل میں ایک نہیں ہے۔ قنبرؓ کچھ اور ہے۔ اور فضہؓ کچھ اور ہے۔ تو جب گھر کے باہر رہنے والا قنبرؓ۔ فضہؓ کے علم کے برابری نہیں کرسکتا۔ تو باہر کے رہنے والے اہل بیتؑ کے

علم کی برابری کیسے کریں گے؟ صلوات۔

اب عزیزان محترم! طے کیا ہوا۔ اس گفتگو کا نتیجہ کیا ہے؟ کیوں عرض کی میں نے یہ گفتگو۔ اس لئے کہ اطاعت رسولؐ کا مفہوم سمجھ میں آجائے۔ علم کے ماحول سے جتنا قریب رہو گے۔ اتنا ہی معرفت رسولؐ زیادہ ہو گی۔

تذکرہ ہم علیؑ کا کرتے ہیں۔ مراد رسولؐ ہوتا ہے۔ نعرے علیؑ کے لگاتے ہیں۔ قصیدہ رسولؐ کا پڑھا جاتا ہے ہم بتاتے ہیں یہ دنیا کو۔ کہ جس نبیؐ کا علیؑ ایسا ہے۔ اس علیؑ کا نبیؐ کیسا ہو گا؟

جس کا شاگرد ایسا ہے۔ اس کا استاد کیسا ہو گا؟ جس کا وصیؑ ایسا ہے اس کا رسولؐ کیسا ہو گا؟ جس کا دروازہ ایسا ہے اس کا شہر کیسا ہو گا؟ توجہ ہے نا۔ صلوات۔

تو اطاعت رسولؐ یہ ہے۔ کہ جو رسولؐ فیصلہ کردے۔ خدا کی قسم کون سا ایسا فیصلہ ہے۔ جو رسولؐ اللہ نے مسلمانوں کے حق میں نہیں کیا۔ ہر ہر قدم پر عدل فرمایا۔ پیغمبرؐ اسلام نے۔ آج دنیا میں ظلم و تشدد۔ بھائی بھائی سے لڑ رہا ہے۔ مصیبتیں برپا ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے پہلا قدم ہجرت کے فوراً بعد اٹھایا۔ مکہ اور مدینے والوں کو بھائی بنایا۔ ہجرت کے پہلے بھائی چارگی کا قدم اٹھایا۔

اب یہ بصیرت رسولؐ ہے۔ کہ کس کو کس کا بھائی بنایا۔ جو جس کا بھائی بننے کے قابل تھا۔ جو مزاج کے اعتبار سے طبیعت کے اعتبار سے۔ طینت کے اعتبار سے۔ علم کے اعتبار سے۔ فلاں کو فلاں کا بھائی بنایا۔ فلاں کو فلاں کا بھائی بنایا۔ سب کو سب کا بھائی بنا دیا۔ علیؑ اکیلے رہ گئے۔ اب سارے بھائی آپس میں گلے میں باہیں ڈالے گھوم رہے ہیں۔ بار بار کن انکھیوں سے علیؑ کو دیکھ رہے ہیں۔ دیکھا آج نہیں بنایا کسی کا بھائی۔ علیؑ بھی دیکھ رہے ہیں۔ جب سارے بھائی خوب آپس میں مل چکے۔ کہ ایک مرتبہ پیغمبرؐ اسلام کی آواز نے سب کو چونکا دیا۔ جس نے نہیں سنا وہ سن لے۔ جس نے نہیں دیکھا وہ دیکھ لے۔ علیؑ کو قریب بلایا اپنے سینے سے لگایا۔ رسالتؐ امامتؑ سے بلا فصل ہوئی۔ اور اس کے بعد کہا علیؑ رنجیدہ خاطر تو نہیں ہوئے؟ نہیں مولاؐ رنجیدہ

خاطر تو نہیں ہوا۔ لیکن یہ سوچ رہا تھا کہ آج مجھے نظر انداز کیوں کر دیا۔ آج آپؐ نے کسی کو میرا بھائی نہیں بنایا؟ توجواب یہی آیا۔ علیؑ تم جانتے ہو کہ میں نے مہاجر اور انصار کے ذریعے مواخات قائم کی ہے۔

جو مکے والا تھا اسے مدینے والے کا بھائی بنایا۔ جو مدینے والا تھا اسے مکہ والے کا بھائی بنایا۔ تو جو مکہ والا تھا اس کے لئے مدینے والا ہے، جو مدینے والا اس کے لئے مکہ والا ہے۔ میں تجھے کس کا بھائی بناتا۔ نہ تو مکہ والا ہے نہ مدینے والا۔ تو کعبہ والا ہے تجھے کس کا بھائی بناتا؟ مکہ والے کو مدینے والے کا بھائی بنایا ہے۔ نہ تو مکے والا نہ میں مدینے والا۔ نہ تو مدینے والا نہ میں مکے والا۔ نہ میں عرب والا نہ تو عرب والا۔ نہ میں عجم والا نہ تو عجم والا۔ نہ میں زمین والا نہ تو زمین والا۔ میں بھی عرش والا تو بھی عرش والا۔ میں رحمت اللعالمین ہوں تو امیر المومنین ہے۔

جو جغرافیہ میں محدود تھے۔ انہیں جغرافیائی بھائی بنایا۔ تو عزیزان محترم! جب ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ ایک تو یہ دلیل دی کہ جب مہاجر اور انصار۔ اسلام کے نام پر کسی مقام پر پہنچیں تو بھائیوں کی طرح رہیں۔ یہ ہے سنت رسولؐ تو سب سے بڑا اسلام کا رشتہ ہے نا دلیل؟ تو یہاں بھی منصب کا احترام کیا، یہ نہیں ہے کہ اپنے آپؐ کو کسی کا بھائی بنا دیا ہو، یا علیؑ کو کسی کا بھائی بنایا ہو، علیؑ کو بھائی بنایا اپنا۔ اپنے آپؐ کو بھائی بنایا علیؑ کا۔

ظاہر ہے کہ علیؑ کتنا بھی بڑا ہو جائے نبیؐ سے چھوٹا ہے۔ تو پھر جملہ سنیئے آپ! اب رسولؐ ہجرت کے بعد مواخات کر کے بتا رہے ہیں کہ وہ ان کے بھائی۔ وہ ان کے بھائی۔ یہ ان کے بھائی وہ ان کے بھائی۔ علیؑ نبیؐ کا بھائی طے ہو گیا نا؟ علیؑ چھوٹا بھائی۔ نبیؐ بڑا بھائی ہے نا؟ علیؑ ہیں چھوٹے بھائی، نبیؐ کے۔ اور نبیؐ ہیں بڑے بھائی علیؑ کے۔

مجھے نہیں پتہ مولانا کہاں سے درمیان میں آگئے۔ بہت توجہ۔۔۔ مسلمانوں انصاف سے بتاؤ مجھے کہ اس تاریخی فیصلے سے کسی کو کوئی اعتراض ہے۔ سب متفق ہیں کہ علیؑ اگر کسی کا چھوٹا ہے۔ تو وہ صرف نبیؐ کا۔ نبیؐ اگر کسی کا بڑا بھائی ہے۔ تو وہ صرف

علیؑ کا۔ جب علیؑ نبیؐ کا چھوٹا بھائی ہے۔ نبیؐ علیؑ کا بڑا بھائی ہے۔ تو جو علیؑ کا بڑا بھائی ہو۔ وہ تمہارا بڑا بھائی کیسے ہو سکتا ہے؟

بھئی ظاہر ہے کہ آج کا کوئی مسلمان کتنا بڑا مسلمان کیوں نہ ہو۔ صحابہ کرام سے افضل نہیں ہوگا۔ جب نبیؐ صحابہ کرام کا بڑا بھائی نہیں ہے۔ اگر بڑے بھائی ہوتے تو انہیں اپنا بھائی بناتے۔ یا خود ان کے بھائی بنتے۔ ان سے زیادہ بلند۔ ان سے زیادہ مقدس۔ ان سے زیادہ بزرگ۔ ان سے زیادہ سچے۔ پکے۔ اچھے ایماندار۔ متقی پرہیز گار۔ تو آج کے مسلمان نہیں ہو سکتے نا؟ تو جب ان کے بھائی نہیں بنے تو پھر کسی کے بڑے بھائی کیسے؟

تو پھر مجھے اب جملہ کہنے دیجئے۔ کہ اسی لئے علیؑ کو علیؑ کہتا ہوں۔ اسی لئے علیؑ کو سجدے کرتا ہوں۔ اسی لئے علیؑ کا نعرہ لگاتا ہوں۔ اسی لئے علیؑ کا احترام کرتا ہوں۔ اسی لئے اٹھتے بیٹھتے۔ جاگتے سوتے ناد علیؑ پڑھتا ہوں۔ اسی لئے علیؑ کا قصیدہ پڑھتا ہوں۔ کہ نبیؐ نے علیؑ کو اپنا چھوٹا بھائی بنالیا۔ علیؑ نبیؐ کا چھوٹا بھائی بن گیا۔ تاریخی واقعہ شاہد ہے کہ نبیؐ علیؑ کا بڑا بھائی بن گیا۔ مگر علیؑ کے علیؑ ہونے کی دلیل یہ ہے۔ کہ علیؑ نے اطاعت رسولؐ میں نہ اپنے کو کبھی چھوٹا بھائی سمجھا۔ نہ نبیؐ کو کبھی بڑا بھائی سمجھا۔ اپنے کو غلام سمجھا۔ نبیؐ کو آقا سمجھا۔

اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے کہ پیغمبرؐ جو دے اسے لے لو۔ جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔ یعنی تلوار دے لے لو۔ حکم دے لے لو۔ چاہے علم دے لے لو۔ اور علم لے تو اسے دے دو۔ بھیجے پیغمبرؐ جاؤ۔ بلائے پیغمبرؐ آؤ۔ پیغمبرؐ اگر کہے جاؤ تو جاؤ۔۔۔ پیغمبرؐ کہے آجاؤ تو جاؤ نہیں۔ یہ ہے اطاعت رسولؐ۔ تو چالیسویں دن پیغمبرؐ نے کہا کہ کل علم عطا کروں گا۔ مرد کو۔ جو کرّار ہوگا غیر فرار ہوگا۔ محبّ خدا ہوگا، محبوب خدا ہوگا، محبّ رسولؐ ہوگا، کل آئی علیؑ کو علم عطا کر دیا۔ علیؑ نے علم ہاتھ میں لیتے ہی دست نبوتؐ کو بوسہ دیا۔ ادب سے گردن جھکا کر کہا میرے آقا کب تک لڑوں؟ دیکھیں اطاعت رسولؐ اب یہ نہیں پوچھنا ہے علیؑ کو۔ کب لڑوں۔ کیسے لڑوں۔ اور کس

طرح لڑوں؟

کل کیا ہوا تھا؟ پرسوں کیا ہوا تھا؟ کیوں گئے تھے؟ کیوں واپس آگئے؟ وجہ کیا تھی؟ کچھ نہیں یہ اطاعت رسولؐ کی خلاف ورزی ہوگی۔ بس اتنا پوچھا یا رسولؐ اللہ کب تک لڑوں؟ رسولؐ بھی بڑے اطمینان سے کہتے ہیں جب تک فتح نہ ہو۔

بھائی ہو تو ایسا۔ اعتماد ہو تو ایسا۔ اب علیؑ چلنے لگے دست نبوتؐ کو بوسہ دے کر۔ تو جاتے جاتے رسولؐ اللہ نے کہا۔ یا علیؑ جاؤ خدا حافظ۔ ہماری دعا تمہارے پیچھے پیچھے ہے۔ علیؑ جاؤ میدان میں۔ دعائے رسالتؐ تمہارے پیچھے پیچھے ہے۔ اب علیؑ آگے آگے اور دعا پیچھے پیچھے۔ چھوٹوں کو عزیزوں کو رخصت کرتے ہوئے یہ نہیں کہا جاتا۔ اچھا میاں خدا حافظ۔ ہماری دعا بھی پیچھے پیچھے آرہی ہے۔ نہیں کہا جاتا نا؟ بلکہ کہا جاتا ہے۔ اچھا میاں خدا حافظ۔ ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ دعائیں ساتھ ہوتی ہیں پیچھے نہیں ہوتیں۔

مگر رسولؐ ہیں۔ کہہ دیا! اور کہا ہے تو برحق ہے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کسی نے آج تک یہ جملہ نہیں کہا۔ لیکن پیغمبرؐ اسلام حال کے آئینے میں مستقبل کو دیکھ رہے تھے۔ اور تنگ دل مورخوں کی صورت کو بھی دیکھ رہے تھے۔

جو یہ لکھ دیتے کہ کون سا تیر مار دیا علیؑ نے جو خیبر کو فتح کرلیا؟ پیغمبرؐ کی دعا تو ساتھ ساتھ تھی؟ پیغمبرؐ کی دعا۔ پیغمبرؐ کی دعا ساتھ ساتھ تھی۔ تو دنیا کے مورخ یہ ضرور لکھ دیتے۔ کہ کیسے نہ علیؑ خیبر فتح کرلیتے۔ دعائے رسالتؐ جو ساتھ ساتھ تھی۔ مگر رسولؐ نے کہا کہ علیؑ ساتھ ساتھ نہیں۔ آگے تم جاؤ دعا ہماری تمہارے پیچھے ہے۔ پہلے تم حملہ کروگے پھر دعا اثر کرے گی۔

علیؑ تم آگے۔ رسالتؐ کی دعا پیچھے۔ یا مجھے کہنے دیجئے۔ میں قربان جاؤں آمنہؑ کے چاند، ختم الرسلؐ، احمد مجتبیٰؐ، میرے مولا تیری عظمت پہ میں قربان جاؤں۔ کہ آج کے دن تو نے یہ جملہ کہہ کر۔ علیؑ تم جاؤ۔ ہماری دعا تمہارے پیچھے پیچھے ہے۔ قیامت تک سب لوگوں کے پیروں میں زنجیریں ڈال دیں۔ کہ اے دنیا والو! اب

جو بھی۔ جہاں بھی۔ جب بھی۔ جس دور میں بھی۔ علیؑ سے آگے جائے گا۔ علیؑ کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ دعائے رسولؐ سے محروم ہو جائے گا۔

اسی لئے تو ہم علیؑ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ تاکہ دعائے نبیؐ سایہ فگن رہے۔ دو ہی سب سے بری چیزیں ہیں۔ ایک نبیؐ کی دعا ایک حق۔ دعا بھی علیؑ کے پیچھے۔ حق بھی علیؑ کے پیچھے۔ پروردگار! اللھم ادر الحق حیث مادار۔ پروردگار جہاں بھی میرا علیؑ جائے۔ حق اس کے پیچھے پیچھے جانا چاہئے۔ یعنی حق علیؑ کا پابند ہے۔

اب علیؑ جہاں ہیں۔ حق ہے۔ منبر پر ہیں۔ تب بھی حق۔ بستر پر ہیں تب بھی حق۔ گھر میں ہیں تب بھی حق۔ مسجد میں ہیں تب بھی حق۔ تخت پر ہیں تب بھی حق۔ چپ ہیں تب بھی حق۔ بول اٹھیں تب بھی حق۔ بوریے پر ہیں تب بھی حق۔ دوش رسولؐ پر ہیں تب بھی حق۔ کسی سے جنگ کرے تب بھی حق۔

اظہار علم کرے تب بھی حق۔ رسولؐ کے جنازے میں شرکت کرے تب بھی حق۔ کسی کو آنے دے تب بھی حق۔ نہ آنے دے تب بھی حق۔ تو اب کائنات میں جو حق ہے وہ علیؑ کے پیچھے ہے۔ تو اب کائنات میں یہ نہ دکھایا کرو کہ یہ حق ہے۔ یہ حق ہے۔ یہ دکھاؤ کہ یہ علیؑ یہ علیؑ ہے۔ ہم کو حق تلاش نہیں کرنا۔ ہمیں حق کو دیکھنا ہے۔ جہاں علیؑ ہو گا وہاں حق ہو گا۔ جہاں علیؑ نہیں ہو گا وہاں سب کچھ ہو گا۔ حق نہیں ہو گا۔ اسی لئے تو ہم دوستوں سے کہتے ہیں۔ جسے علامہ رشید ترابی اعلیٰ اللہ مقامہ نے کہا

حشر تک ہم نے بھی جینے کی قسم کھائی ہے
نزع میں دیکھ لیا ہے رخ زیبا حسینؑ

مرتے وقت ہم نے حسینؑ کا چہرہ دیکھ لیا۔ تو اب ہمیں موت تو نہیں آسکتی۔ تو جو مرتے وقت حسینؑ کا چہرہ دیکھ لے محمدؐ و آل محمدؑ کی زیارت کر لے پھر وہ معراج کی منزل میں ہو گا۔

پتہ ہے حُر نے آخری وصیت کیا کی تھی۔ حُر نے آخری وصیت کی تھی۔ مولاؑ

زخموں کی پرواہ نہیں آنکھوں میں خون جم گیا ہے اسے صاف کردیجئے۔ کہا کیوں؟ کہا مولا دنیا سے جانے سے پہلے آپؑ کے چہرے کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ حسینؑ نے حرؑ کی آنکھ کا خون صاف کیا حر نے کہا۔ اشھد ان لا اله الا الله و اشھد ان محمد رسول الله، جو آل محمدؐ کے چہرے کو دیکھ کر کلمہ پڑھے اسے حُر کہا جاتا ہے۔

کربلا اطاعت رسولؐ کی منزل ہے۔ کربلا یقین کی منزل ہے۔ کربلا شہادت کی منزل ہے۔

کیا ہوا کربلا میں؟ اجڑ گیا بتولؑ کا گھر؟ مارا گیا رسولؐ کا نواسہ۔ چھن گئی چادریں۔ جل گیا عابدؑ بیمار کا بستر۔ کیا گیا کسی کا؟ پہنی سجادؑ نے زنجیریں۔ کیا گیا کسی کا؟ زخمی ہوگئے سکینہؑ کے کان، کیا گیا کسی کا؟ اجڑ گئی ربابؑ کی گود۔ کیا گیا کسی کا؟

کون بیٹھتا ہے۔ سڑکوں پر؟ اس طرح رات کو۔ کون نکلتا ہے اپنے گھروں سے؟ ساری دنیا اس وقت سو رہی ہوگی گھروں میں۔ مگر حسینؑ والے سڑکوں پر بیٹھے ہوئے۔ ربابؑ کو اس کے بچے کا پرسہ دینے آئے ہیں۔

عزادارو! کون ربابؑ؟ یاد رکھو کربلا میں ہر شہید ایک مرتبہ شہید ہوا چلا گیا۔ یہ چھ مہینے کا مجاہد عجیب شہید ہے۔ جو حسینؑ کی گود میں بھی شہید ہوا۔ قبر کے اندر بھی شہید ہوا۔ یعنی حسینؑ کی گود میں تیر لگا، حسینؑ نے تیر نکالا ؎

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

دوستو! یہ واحد شہید ہے۔ جس کی قبر حسینؑ نے بنائی۔ ورنہ کسی کو مٹی میں نہیں چھپایا سب کو گنج شہیداں میں لا کر ڈال دیا۔ اصغرؑ کی ننھی سی قبر بنا کر اس کا نشان بھی مٹا دیا۔ جب کربلا میں شام غریباں ہوئی نا۔ جب خیمے جل چکے۔ جب عمر سعد ملعون کے لشکر میں شہیدوں کے سروں کا شمار ہوا تو عمر سعد ملعون کہتا ہے۔ یہ عباسؑ کا سر۔ یہ قاسمؑ کا سر۔ یہ اکبرؑ کا سر۔ یہ عونؑ کا سر۔ اصغرؑ کا سر کہاں ہے۔

کوئی کہتا ہے۔ عمر سعد وہ سر لے کے کیا کرے گا؟ ارے چھ مہینے کا بچہ تھا حسینؑ

کا۔ قبر میں دفنا دیا۔ ملعون کہتا ہے کچھ نہیں جانتا۔ اصغرؑ کا سر لاؤ۔ عزادارو! ایک ملعون گھوڑے پر سوار ہوا۔ ہاتھ میں نیزہ لیا۔ گنج شہیداں کی زمین میں نیزے مارنے شروع کیا۔ کہ اچانک جلے ہوئے خیمے سے دیکھا۔ فضہؑ نے آواز دی ربابؑ! تیرے بچے کی خیر! اجڑی ہوئی ماں کلیجہ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔ مقتل کی طرف دیکھنے لگی۔

ایک ظالم زمین میں بار بار نیزہ گاڑ رہا تھا۔ اصغرؑ کی قبر تلاش کر رہا تھا۔ ربابؑ نے دیکھا کہ ایک مرتبہ اس ظالم نے نیزہ مارا تو نیزے میں الجھ کر ایک چھوٹا سا لاشہ۔ نیزے میں الجھ کر ایک چھوٹا سا لاشہ نکلا۔ ربابؑ نے کلیجہ پکڑا ظالم گھوڑے سے اترا۔ نیزے کو زمین پر رکھا۔ اصغرؑ کو نیزے سے اتارا۔ زمین پر پھینکا اتنا دیکھا کہ اصغرؑ کے گلے پر تلوار چلائی، ہائے رباب، ہائے اصغرؑ۔۔۔۔۔۔

الا لعنة اللّٰه علی القوم الظالمین

ساتویں مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ○
(سورۃ آلِ عمران، آیت: ۳۱-۳۲)

حضرات گرامی قدر، عزاداران مظلوم کربلاؑ، زندہ رہیئے! سلامت رہیئے! کہ آپ حضرات ذوق ایمان کے ساتھ عزاخانہ ابو طالبؑ میں حاضری دے رہے ہیں۔

ہمارا عنوان گفتگو ہے اطاعت رسولؐ۔ اور آپ حضرات کے جوش ایمان اور جذبہ مودت کی نذر یہ ساتویں تقریر ہے۔ اطاعت رسولؐ یہ ہے کہ جو رسولؐ تمہیں دے اسے لے لو۔ جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔ اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اے صاحبان ایمان اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔

اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ جب رسولؐ تمہارے درمیان کوئی فیصلہ کردے۔ تو تم اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کرو۔

اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ پیغمبرؐ کے فرمان کو اپنا جزو زندگی بنالو۔ اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے کہ۔ جیو تو رسولؐ کے لئے جان دو تو رسولؐ کے لئے۔ اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے آپ کو رسولؐ کے سپرد کردو۔ اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی خواہشات نفس پر اپنے رسولؐ کو حاکم بناؤ۔ جس کا اقرار رسولؐ نے میدان غدیر میں اقرار ولایت مولاؑ سے پہلے لیا تھا۔ الست اولیٰ بکم من

انفسکم.

اے لوگو! کیا میں تمہارے نفوس پر تم سے زیادہ قدرت نہیں رکھتا؟ اطاعت رسولؐ کا مفہوم پیغمبرؐ کے اس قول سے ظاہر ہو رہا ہے کہ۔ الست اولیٰ بکم من انفسکم کیا میں تمہارے نفوس پر تم سے زیادہ قدرت نہیں رکھتا؟ سب نے کہا۔ قالو بلی" بے شک یارسولؐ اللہ آپؐ کو ہمارے نفوس پر ہم سے زیادہ قدرت ہے۔ نفوس پر یعنی ہماری جانوں پر۔ ہماری جانوں پر آپؐ کو اختیار ہے۔ ہمیں اختیار نہیں ہے۔ یہ ہماری جان نہیں ہے، یہ آپؐ کی جان ہے۔ ہماری جان نہیں ہے، یہ آپؐ کی امانت ہے جب چاہیں لے لیں۔ ہمارے نفوس پر، ہمارے ذہن پر، ہمارے دل پر، ہمارے دماغ پر، ہماری سوچ پر، ہمارے افکار پر، ہمارے عقیدے پر، ہمارے عمل پر، یارسولؐ اللہ آپؐ کو ہم سے زیادہ اختیار اور قدرت ہے۔ جب پیغمبرؐ اقرار لے چکے کہ میں تمہاری جانوں پر اولیٰ بالتصرف ہوں، جب سب نے کہا بیشک آپؐ اولیٰ ہیں ہماری جانوں پر۔

اب کہا۔ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ توجہ ہے نا؟ یعنی جس کا میں مولاؐ ہوں اس کے یہ علیؑ مولاؑ ہیں۔ ورنہ یہ کہنا ہی بیکار ہو جاتا ہے۔ یعنی پہلے اقرار لے لیا کہ میں سب کا مولاؐ ہوں اور جب سب نے اقرار کر لیا بیشک آپؐ ہمارے مولاؐ ہیں۔ اب اقرار لیا کہ اب جس کا میں مولاؐ ہوں۔ اس کا یہ علیؑ مولاؑ ہے۔ جب سے میں مولاؐ ہوں تب سے علیؑ مولاؑ ہے۔ جب تک میں مولاؐ ہوں تب تک علیؑ مولاؑ ہے۔ جس معنی میں، میں مولاؐ ہوں۔ اسی معنی میں علیؑ مولاؑ ہے۔ جتنی میری اطاعت تم پر فرض ہے۔ اتنی علیؑ کی اطاعت تم پر فرض ہے۔

اب آپ سمجھیں نہ سمجھیں میں جملہ کہہ رہا ہوں۔ جس کا میں مولاؐ، اس کا یہ علیؑ مولا۔ اگر تم سارے مسلمان مجھ پر حکومت کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ تو میرے بعد علیؑ سے بیعت لینے کا حق نہیں رکھتے ہو۔ جس جس کا میں مولاؐ ہوں۔ اس اس کا یہ علیؑ مولا ہے، مانو تب بھی نہ مانو تب بھی ہے۔ اس لئے کہہ تو چکے ہو کہ میں تمہارا مولاؐ ہوں۔ اب ماننے اور نہ ماننے کا مسئلہ نہیں ہے۔

صاحب مسئلہ یہ ہے۔ کہ میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ علیؑ نعمت ہے۔ مگر یہ مانتا نہیں ہے کہ علیؑ نعمت ہے۔ وہ قلندر کہنے لگا نہیں مانتا اس کو مولی کھلاؤ مسئلے کا حل یہی ہے۔ اب مولوی کو کھانے کو ملنا چاہیئے۔ چاہے جو کچھ بھی ہو۔ ملنگ قلندر نے نکالی مولی۔ جھولے سے خوبصورت قسم کی مولی۔ اور نمک لگا کر اس کو دی۔ مولوی نے جیسے ہی مولی کھائی ویسے ہی ڈکار لی۔ جیسے ہی ڈکار لی ویسے ہی کہا الحمد للہ۔ کہا یہ مولی کھا کے تو نے الحمد للہ کیوں کہا؟ کہا ڈکار آئی سنّت رسولؐ یہ ہے کہ جب کوئی نعمت کھاؤ اور اس پر ڈکار آئے تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ ملنگ نے فوراً ہی کہا شکر ہو مولوی تیرا۔ مولی تو نعمت بن جائے علیؑ نعمت نہیں ہو گا۔۔۔۔؟

فخر ہو ان مسلمانوں کو جنہیں علیؑ جیسی نعمت ملی۔ جنہیں علیؑ جیسی نعمت ملی۔ وہ خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ علیؑ نعمت کس لئے قرار دیئے گئے۔ اطاعت رسولؐ کے نتیجے میں۔ اطاعت رسولؐ اتنی کی کہ علیؑ کا وجود نعمت بن گیا۔

علیؑ نعمت ہے اس لئے کہ زندگی رسالت کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے۔ جس میں علیؑ نے اطاعت رسولؐ نہ کی ہو۔ جو رسولؐ نے کہا علیؑ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ کیوں رسولؐ اللہ؟ علیؑ نے یہ کہا۔ کیا رسولؐ اللہ؟۔ علیؑ نے کہا بہت بہتر۔ مرے مولاؑ، یہ ہے علیؑ کے علیؑ ہونے کی دلیل، اور یہ علیؑ کو تربیت میں بھی ملا۔ خون میں ملا۔ خون کی شرافت نے بھی بتایا۔ کہ اطاعت رسولؐ واجب ہے۔

کفار مکہ اکٹھا ہو کے ابو طالبؑ کی خدمت میں آئے۔ آ کے کہتے ہیں ابو طالبؑ ہمیں تمہارا لحاظ ہے۔ یا تو تم ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ یا محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دو۔ علیؑ کے باپؑ تیری عظمتوں پر ہمارے ماں باپ قربان۔ قبضہ تلوار پر ہاتھ ڈال کر کہا۔ کہ میں اور محمدؐ کو تمہارے حوالے کر دوں۔ محمدؐ کو میرے حوالے تم نے نہیں کیا ہے۔ خدا نے کیا ہے۔ خدا نے۔ تمہارے حوالے کر دوں۔ کیا سلوک محمدؐ کے ساتھ کرو گے؟

اب جملہ سنیں گے ابو طالبؑ کا۔ عزیزان محترم! میں اس سے بڑا جملہ نہیں کہہ

سکتا جو اب کہنے جارہا ہوں۔ محمدؐ کو تمہارے حوالے کردوں؟ کہاں ہاں۔ تم درمیان سے ہٹ جاؤ۔ کہامیں محمدؐ کی سپر ہوں۔ تمہیں محمدؐ تک پہنچنے کے لئے ابو طالبؑ جیسی چٹان کو توڑنا ہوگا۔ ابو طالبؑ جیسے عزم کے پہاڑ کو توڑنا ہوگا۔ مجھے رستے سے ہٹاؤ۔؟

اس دن سے کفار نے اپنا طریقہ نفرت بدل دیا۔ اس دن سے کفار کا ہدف محمدؐ نہیں رہے۔ ابو طالبؑ رہے۔ اب جو بھی حملہ کفار محمدؐ پر کر رہے تھے ابو طالبؑ پر کررہے تھے۔ ابو طالبؑ کی دشمنی میں نہیں۔ محمدؐ کی دشمنی میں کر رہے تھے۔

اب کافروں کا طریقہ کیا تھا؟ کافر یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح محمدؐ کے راستے سے ابو طالبؑ کو ہٹادیں۔ تاکہ محمدؐ کو قتل کردیں، کل کا مؤرخ لکھتے لکھتے مر ہی گیا۔

آج کا مؤرخ بھی یہی لکھتا لکھتا مر جائے گا۔ تاکہ ابو طالبؑ کو محمدؐ کے راستے سے ہٹادیں۔ مگر ابو طالبؑ نے قسم کھالی تھی کہ میں راستے نہیں ہٹوں گا۔ کبھی علیؑ کی صورت میں سامنے رہوں گا۔ کبھی حسنؑ کی صورت میں۔ کبھی آخری امامؑ کی صورت میں۔ صلوات۔

مگر آج بھی اطاعت رسولؐ کا عظیم ترین مرقع۔ ابو طالبؑ اپنے نسل وخون کی طہارت کے ذریعے تحفظ نبوتؐ کر رہا ہے۔ دراصل کافروں کی مخالفت محمدؐ سے ہے۔ مگر ابو طالبؑ اور اس کی اولادؑ کی مخالفت اس لئے کی جارہی ہے۔ کہ یہ سامنے ہے۔ یہ درمیان میں ہے۔ یہ ابو جہل کو نبیؐ کے قریب نہیں آنے دیتے۔ یہ کسی دور کے ابو جہل کو محمدؐ کے قریب نہیں پہنچنے دیتے۔ صلوات

اچھا دوستو میں دنیا کی سب سے بڑی حقیقت بتا رہا ہوں ۔

وہ تو یہ کہیئے کہ آڑے ہے ابو طالبؑ کا خون

ورنہ یہ سفیان کو چھنتے نبوت کے لئے

سفیانیت اور ہے نبوتؐ اور ہے۔ ہم احترام نبوتؐ کے لئے خون کے انبار لگادیں گے۔ دوستو آج کے دور میں دیکھو۔ یہ ملک پاکستان، یہ مملکت اسلامی ہے۔ یہ حکومت اسلامی ہے۔ یہ مہینہ اسلامی ہے۔ یہ غم کا مہینہ ہے۔ چالیس برس سے یہ

طریقہ رائج ہے۔ اور بھی دیگر ممالک میں کہ ادھر محرم کا چاند طلوع ہوتا ہے۔ ادھر ریڈیو پر موسیقی بند ہو جاتی ہے۔

لیکن ہم دیکھ رہے ہیں، سن رہے ہیں، آوازیں آرہی ہیں۔ محرم کی سات تاریخ ہو گئی ہے۔ لیکن ابھی تک ٹیلی ویژن والوں کو یہ پتہ نہیں چل سکا کہ محرم ہو گیا۔ دنیا بھر کے پروگرام دیئے جارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سفیانیت ٹیلی ویژن میں بیٹھی ہوئی ہے۔ یعنی یہاں کا ریڈیو سن کر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پاکستان کا ریڈیو ہے۔ لیکن یہاں کے ٹیلی ویژن کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ سال بھر دنیا کے واہیات پروگرام نشر کرتے ہیں۔ کس دور کا شریفانہ پروگرام ہے۔ جو سال بھر نشر کرتے ہو۔ دنیا بھر کے پروگرام۔ دنیا بھر کی چیزیں سال بھر نشر کرتے رہو۔

ارے یہ دس دن اس کے ہیں جو کربلا میں جان نہ دیتا۔ تو اپنے ریڈیو کا پہلا پروگرام یقیناً شروع نہیں کر سکتے تھے۔ تمام پاکستان کے خصوصاً ابلاغ سے۔ خصوصاً ٹیلی ویژن سے ہم اپیل کریں گے۔ اس لئے کہ ہمارے یہاں پیمانہ احترام صرف حسینؑ ہیں۔ جو حسینؑ کا احترام کرے گا۔ ہم اس کا احترام کریں گے۔ جو حسینؑ کا احترام نہیں کرے گا۔ وہ کتنا ہی محترم کیوں نہ ہو۔ ہم اس کا احترام نہیں کریں گے۔

ہمارے یہاں احترام کا کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ سوائے ذات حسینؑ کے۔۔۔ ہمارے جذبات کا۔۔۔ ایک منظم قوم کے جذبات واحساسات کا خیال رکھنا چاہئے۔

ہم لاکھوں کی تعداد میں رات کے وقت ان سڑکوں پر بیٹھے ہوئے۔ بتولؑ کے اجڑے ہوئے گھر کا ماتم کر رہے ہیں۔ ماتم کرتے ہوئے کسی موسیقی کی آواز اگر کسی غمزدہ کے کانوں میں پہنچتی ہے۔ تو ایسا لگتا ہے جیسے سیسہ انڈیل کر پلا دیا گیا ہو۔

ہم رو رہے ہیں اور اس لئے رو رہے ہیں کہ زہراؑ کے بچوں پر پانی بند ہو گیا۔ یہ ساتویں کی رات قیامت کی رات ہے۔ سال بھر نچاتے رہنا ٹیلی ویژن کو۔ کیا تم دو دن بھی فاطمہؑ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔۔۔؟

سات محرم ہے عزادارو! آج دو راتوں کا مہمان رہ گیا ہے۔ تمہارا مولاؑ، دو

راتوں کا جی بھر کے ماتم کرلو، جی بھر کے پرسہ دے لو عزادارو، فاطمہ، زہراؑ ان راتوں میں ہر عزاخانے میں جاتی ہیں، ان راتوں میں، یہ محرم کے عشرے کی جو آخری راتیں ہیں۔ خصوصیت سے ہر عزاخانے میں بتولؑ اپنی بیٹی کو لے کر جاتی ہیں۔ جہاں بھی عزادار بیٹھتے ہیں۔ وہیں کہیں بیٹھ جاتی ہیں۔ کونے میں آکر۔ رونے والوں کو دعائیں دیتی ہیں۔ میرے بچے کا ماتم کرنے والو! آج فاطمہ زہراؑ کو ہم ان کے قاسمؑ کا پرسہ دیں گے۔

آج سات محرم ہے۔ کس کا پرسہ؟ قاسمؑ نوشاہ کا پرسہ، ایک رات کے بیاہے کا پرسہ، حسنؑ کے یتیم کا پرسہ، امّ فروہ کے لال کا پرسہ، وہ قاسمؑ جو رات دولہا بنا صبح کو خون میں نہا گیا، نہیں ابھی آپ نے اس جملہ پر توجہ نہیں فرمائی۔

عاشور کی شب۔ امّ فروہ اپنے بیٹے قاسم کو خیمے میں لے گئیں۔ ساری مائیں چراغ جلا کر نصیحتیں کر رہی تھیں۔ام فروہؑ نے چراغ بجھا دیا۔

بھائی سنو اگر یہی جملہ سن لیا تو شہادت سے بڑھ کر یہ جملہ ہے۔ چراغ بجھا کر اندھیرا اس لئے کر دیا کہ تیرا انکار کوئی دیکھ نہ سکے۔ بیٹے اندھیرا ہے تاریکی ہے۔ اماں کیا کہنا چاہتی ہو؟ قاسمؑ دیکھ! تیری ماں ایک بیوہ ہے بیٹا۔

دیکھ تیری ماں دونوں صورتوں سے۔دونوں حیثیت سے عجیب صورتحال میں ہے۔کہا بیوہ بھی ہوں۔اور بنی ہاشم کی غیر بھی ہوں۔ ان کے خاندان سے نہیں ہوں۔ مجھ بیوہ ماں کو کہیں زہراؑ سے شرمندہ نہ کرنا۔

اماں کیا کہنا چاہتی ہو؟ امّ فروہ کہتی ہیں بیٹا دیکھ۔ تیری زندگی میں اگر لیلیٰؑ کے چاند کو زخم آ گیا تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ ماں اور کیا کہنا چاہتی ہو؟امّ فروہ کہتی ہیں کہ بیٹا دیکھ۔۔۔ جی مادر گرامی، بیٹا میں نے زندگی میں بڑے دکھ اٹھائے ہیں۔میں نے تیرے باباؑ کا جنازہ قبرستان سے آتے دیکھا ہے۔ عزادارو! سن لیا تم نے جملہ؟ میں تو پڑھ چکا مجلس، میں نے تیرے باباؑ کا جنازہ دیکھا ہے اور جب تیرے بابا حسنؑ کا جنازہ قبرستان سے لوٹ کر آیا تھا تو تیری پھوپھی زینبؑ نے جنازے

کو دیکھ کر حسینؑ سے کہا تھا۔ بھیا میں نے تو سفید کفن پہنایا تھا یہ کفن سرخ کیسے ہو گیا؟۔

اب قاسمؑ سمجھے، اب قاسمؑ تڑپ کر کہتے ہیں۔ مادر گرامی! بابا کا لاشہ گھر میں واپس تو آگیا، ارے تب تو مانو گی میرا تو لاشہ بھی نہیں آئے گا۔ لاش کے ٹکرے حسینؑ عبا میں ڈال کر لائیں گے۔

جزاک اللہ۔۔۔ جزاک اللہ۔ قاسمؑ کو اجازت ملی، گھوڑے پر سوار ہوئے، تیرہ برس کا قاسمؑ، فوجوں پر پلٹا، لشکروں کو توڑا، میدان صاف ہوا، سانس لینے کھڑا ہوا، کئی ہزار تیر اندازوں نے قاسمؑ کو زد میں لیا، تلواریں برسیں، پتھر برسے، حسنؑ کا چاند گھوڑے سے زخمی ہو کر گرا آواز دی یا عماہ ادرکنی۔۔۔

عزادارو! میرا ایک جملہ سن لو! مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اور وہ جملہ یہ ہے کہ قاسمؑ واحد شہید ہے میدان کربلا کا۔ جو مرنے کے بعد نہیں زندگی میں پامال ہوا۔ سارے شہید شام غریباں میں پامال ہوئے۔ قاسمؑ ابھی زندہ تھا کہ ایک وقت میں سولہ سو گھوڑے بدن پر سے گزر گئے۔ ارے تیرہ برس کے قاسمؑ پر سولہ سو گھوڑے ایک ساتھ گزر گئے۔

رولو! آج سے بڑی قیامت کوئی نہیں گزری ہے! سنو گے! سنو گے! تم شہادت نہیں سن سکتے۔ میرا ایک جملہ اگر سمجھ گئے تو روتے رہنا۔ قاسمؑ جب تک زین پر تھا۔ قاسمؑ تھا۔ زین سے جب زمین پر آیا تقسیم ہو گیا۔

میں نے پڑھ دیا، حسینؑ نے آواز سنی مقتل کی طرف دوڑے۔ نظر دوڑائی۔ قاسمؑ نظر نہیں آئے۔ دائیں دیکھا۔ قاسمؑ نہیں دکھائی دیئے۔ بائیں دیکھا قاسمؑ نظر نہیں آئے۔ عزادارو جب حسینؑ کو قاسمؑ نظر نہیں آئے۔ تو ایک بلندی پر چڑھ کر کہا! قاسمؑ کہاں ہو آواز دو بیٹا؟

عزادارو! آخری جملہ! قاسمؑ کہاں ہو! آواز دو بیٹا! کوئی آواز نہیں آئی۔ دوسری آواز دی۔ حسینؑ چچا بلا رہا ہے۔ بیٹا ہمیں نظر نہیں آرہا ہے۔ آواز دو تا کہ تمہاری آواز

پر ہم چلے آئیں۔

عزادارو کوئی آواز نہیں آئی۔ قاسمؑ کے لاشے سے۔ جب دوسری آواز پر بھی کوئی آواز نہیں آئی۔ تو حمید کہتا ہے کہ حسینؑ ایک بلندی پر چڑھے۔ قاسمؑ! امامؑ وقت بلا رہا ہے! لبیک کہو۔ قاسمؑ!

امامؑ نے جو حکم دیا تو حمید کہتا ہے۔ کہ میں نے دیکھا کہ قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑے تپتی ہوئی ریت پر تڑپنے لگے اور اس سے آواز آئی۔ السلام علیک یا ابا عبداللہ۔۔۔۔ ماتم حسینؑ۔

الا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین

آٹھویں مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۝
قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ
یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ ۚ
فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ۝

(سورۂ آلِ عمران، آیت ۳۱-۳۲)

عزادارانِ مظلوم کربلا! تفصیل تو کل انشاء اللہ عرض کروں گا۔ اس عشرہ محرم کی خصوصیت یہ تھی کہ حسینؑ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ہم نے جو رسم چھوڑی ہے ؂

بجھے چراغ پہ ہم دوستی پرکھتے ہیں
یہ رسم اپنے قبیلے میں کربلا سے ہے

ہم اس پر آشوب ماحول میں، ان عجیب و غریب حالات میں، تاحد نظر، مذہب و ملت و قوم و لسان و زبان کی حد بندیوں کو چھوڑ کر اطاعت رسولؐ کا عملی مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہ حسینؑ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ ساری کائنات میں جھگڑے ہو رہے ہیں۔ لیکن حسینؑ کے دربار میں ہر نسل، ہر قوم، ہر قبیلہ، ہر زبان کے حضرات مومنین حسینؑ کی بارگاہ میں موجود ہیں۔ کوئی نہ مکّی ہے نہ مدنی ہے۔ نہ عربی ہے نہ عجمی ہے۔ نہ سندھی ہے اور نہ پنجابی ہے، حسینؑ کے یہاں تو دو ہی رشتے ہیں۔ جو حسینؑ کے پرچم کے نیچے ہیں وہ حسینی ہیں۔ جو نہیں ہیں وہ یزیدی ہیں۔

اس کے علاوہ کوئی رشتہ نہیں ہے ہم حسینیوں کا ؂

کہہ رہا ہے آدمی سے آدمی کا یہ ضمیر
تو حسینی گر نہیں بنتا ہے تو پھر کچھ نہ بن

اطاعت رسولؐ کا سرنامہ یہ ہے۔ اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہ ہے۔ اطاعت

رسولؐ کا مقصد یہ ہے کہ حسینی بن کر زندہ رہو۔ حسینؑ اور حسینیت نام ہے اطاعت رسولؐ پر مر مٹنے والی اس تحریک کا۔ جسے سر دے کر زندہ کیا گیا، جسے خون دے کر حرارت دی گئی۔

نہیں سمجھ میں آرہا تھا زمانے کے۔ کہ اطاعت رسولؐ کیا ہے؟ قرآن پڑھ رہے تھے۔ اطاعت رسولؐ سے بے خبر تھے۔ نمازیں پڑھ رہے تھے، اطاعت رسولؐ سے بے خبر تھے۔ کلمہ پڑھ رہے تھے، اطاعت رسولؐ سے بے خبر تھے۔ لا الہ الا اللہ کہہ رہے تھے، اطاعت رسولؐ سے بے خبر تھے۔ محمد رسولؐ اللہ کہہ رہے تھے، اطاعت رسولؐ سے بے خبر تھے۔

ارے اگر اطاعت رسولؐ کی خبر تھی۔ تو یزید کے اس عمل پر سب چپ کیوں رہے؟ حسینؑ کیوں بولے؟ بھئی محمد رسولؐ اللہ کہنے والوں کو تو چپ نہیں رہنا چاہئے تھا نا؟

لیکن تاریخ کا ایک ایک ورق شاہد ہے۔ کہ جب انکار توحید، انکار نبوتؐ، انکار قرآن ہو رہا تھا۔ یزید کی زبان سے۔ سب چپ تھے کوئی نہیں بولا۔ اگر غیرت دکھائی ہے تو صرف ابوطالبؑ کے خون کی شرافت نے، اگر یزید کو للکارا ہے۔ تو صرف ابو طالبؑ کے پوتے نے۔ اگر احترام نبوتؐ کے لئے مدینہ چھوڑا ہے تو صرف علیؑ کے بیٹے نے۔

عزیزان محترم! یہی وجہ ہے کہ جب محرم آتا ہے۔ تو حسینؑ کے غم کا استقبال صرف شیعہ نہیں کرتے بلکہ جن جن کے دل میں بھی احترام رسالتؐ ہے۔ وہ سب حسینؑ کے غم کا استقبال کرتے ہیں۔

حسینؑ اپنے آپ کو منواتا ہے۔ حسینؑ اپنے آپ کو تسلیم کراتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حسینؑ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ حسینؑ اپنے نام پر لوگوں کو بلاتا ہے۔ حسینؑ اتنی مکمل شخصیت اور اتنا مکمل کردار ہے کہ حسینؑ اپنے نام پر مجمع بلاتا ہے۔ حسینؑ کسی بیساکھی پر اپنی یاد نہیں منواتا۔ حسینؑ کسی اور نام پر مجمع نہیں بلاتا۔ حسینؑ کسی اور کا سہارا

نہیں لیتا۔ غم کسی کا، سہارا کسی کا، نام کسی کا، بات کسی کی ایسا نہیں ہے۔ آج بھی اگر کسی کا نام قابل ذکر ہے تو وہ حسینؑ کے حوالے سے ہے۔ یزید کے نام سے نہیں ہے، اطاعت رسولؐ کل انشاء اللہ ہم اس کی تفصیل عرض کریں گے۔

آج تو گفتگو یہاں تک رکھیں کہ اطاعت رسولؐ۔ پیغام حسینؑ اطاعت رسولؐ۔ پیغام آل محمدؐ۔ اطاعت رسولؐ۔ پیغمبرؐ اگر یہ کہے کہ علیؑ علم لے کر جاؤ اور فتح کر کے لوٹو۔ اگر پیغمبرؐ یہ کہیں کہ علیؑ خیبر میں علم لے کر جاؤ فتح کر کے زندہ واپس آؤ۔ تو علیؑ وہاں موت کا تصور بھی نہیں آنے دے گا۔ اس لئے کہ وہ موت نہیں۔ خود کشی ہو گی۔ رسولؐ نے کہا ہے کہ زندہ واپس آؤ۔ بس یہ ہے اطاعت رسولؐ توجہ فرمائی آپ نے؟

اطات رسولؐ کا مفہوم۔ کہ علیؑ جاؤ، خیبر کا فتح کرنا علیؑ کے لئے بہت آسان تھا۔ یہ مسئلہ نہیں ہے۔

عزیزان محترم، مجھے خیبر پڑھنا بھی نہیں ہے۔ مگر مجھے ایک جملہ آپ کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ جو اطاعت رسولؐ میں سرشار ہو وہ ہوتا کیسا ہے؟

علیؑ گئے قلعہ کے قریب پہنچے۔ قلعہ کی فصیل پر مرحب بیٹھا ہوا تھا۔ مرحب نے حسب عادت بغیر پہچانے کھڑکی کے جھروکے سے سر نکال کر کہا۔ میں مرحب ہوں، علیؑ نے دیکھا۔ اور ایک تاریخی جملہ کہا۔ اناالذی میں وہ ہوں جس کی ماں نے میرا نام حیدرؑ رکھا ہے۔

عجیب جملہ یہ ہے عزیزان محترم!۔۔۔ یعنی علیؑ کی تمام جنگوں میں یہ پہلی جنگ ہے۔ جس میں کافر پہلوان، کے مقابلے میں علیؑ نے رجز میں اپنے نام کا تعارف اپنی ماں کے ذریعے کرایا، کسی بھی جنگ میں آج تک علیؑ نے یہ نہیں کہا، کسی میں بھی نہیں، اپنی ماں کے ذریعے تعارف نہیں کرایا۔

علیؑ نے ہر چند یہی کہا، انا علیؑ ابن ابی طالبؑ، میں ابو طالبؑ کا بیٹا ہوں۔
یہ واحد جنگ ہے جنگ خیبر۔ کہ جس میں علیؑ نے کہا کہ میں وہ ہوں۔ جس کی

ماں نے میرا نام حیدرؑ کھا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ میں ابو طالبؑ کا بیٹا ہوں۔

بہت غور کیا، پوچھا امت مسلمہ کے علماء سے کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے، اس کا سبب کیا ہے؟ علیؑ نے اپنی والدہ ماجدہ کا تعارف، اپنا تعارف ایک کافر کے سامنے کیوں پیش کیا؟

اس کا سبب دوستو! نہیں بتا سکا کوئی! آخر دعا کی مشکل کشا سے مولاؑ تو خود بتا دے، مولاؑ تو ذہنوں کو رزق دیتا ہے، مولاؑ۔ بھکاری تو ہم تیرے ہی در کے ہیں۔ جب کوئی کتاب نہیں بتاتی اور کوئی سبب بھی نہیں بتاتا تو۔ تو بتا دے مولاؑ۔ تو نے جنگ خیبر میں اپنا تعارف کافر کے سامنے اپنی ماں کے ذریعے سے کیوں کرایا؟ اپنے باپ کا نام کیوں نہیں لیا؟ تو جواب یہی آئے گا تم ذرا تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھو۔ اور تدبر کرتے تو تم کو بصیرت علیؑ کا پتہ چل جاتا۔ کیونکہ مرحب، عنتر، حارث، یہ تینوں بھائی ہیں۔ اور ان کی ماں جو کافرہ تھی۔ اس کافرہ نے اپنے بیٹوں سے وصیت کی تھی مرتے وقت۔ کہ خبردار ہر جنگ میں کامیاب رہو گے۔ مگر جب کوئی حیدرؑ نامی شخص تمہارے مقابلے پر آئے تو اس کے مقابلے پر نا جانا۔

علیؑ نے پیغام یہ دیا کہ مرحب، عنتر، حارث یہ تینوں جو ہیں۔ ان کی ماں نے۔ ان کی ماں جو تھی راہبہ۔ کاہنہ تھی۔ علم نجوم کی خبریں دیا کرتی تھی۔ تو اس نے پہلے ہی خبر دے دی تھی۔ کہ بیٹا ہر ایک سے لڑنا۔ علیؑ یعنی حیدر نامی آدمی سے نہ لڑنا۔ توجہ ہے نا؟

مرحب، حارث، عنتر۔ تین بھائی۔ تینوں کافر۔ ان تینوں بھائیوں کو ان کی ماں نے وصیت کی تھی۔ کہ ہر میدان میں کامیاب رہو گے۔ ہر جنگ میں کامیاب رہو گے۔ مگر جب حیدرؑ نامی کوئی شخص میدان میں آئے۔ اس کے مقابلے پر نہ آنا۔ کافروں کی ماں ہے۔ مگر اپنے بیٹوں کو حیدرؑ کے مقابلے پر آنے کو منع کر رہی ہے۔ کافروں کی ماں ہے۔ صلوات۔

چاہے بیٹوں کی محبت میں ہی سہی، لیکن منع کر رہی ہے۔ اس لئے کہ کافرہ سہی

بیٹوں کی ماں ہے، جانتی تو ہے کہ بیٹے کی محبت کیا ہے۔ ماں کی ممتا تو اپنی جگہ ہے محبت مادری سے تو واقف ہے۔

کہا ہر ایک مقابلے پر جانا مگر حیدرؑ نامی کوئی شخص جب آئے۔ تو اس کے مقابلے پر جانے کی کوشش نہ کرنا۔

اللہ رے بصیرت امامؑ! اللہ رے تدبر علیؑ! اے ابو طالبؑ کے بیٹے! میں تیری بصیرت کے قربان! کہ مرحب، حارث، عنتر، یہ تینوں بھائی خیبر میں علیؑ کے مقابلے پر آمادہ ہیں۔ علیؑ نے میدان میں جا کر ان کو چہرہ دکھا کر۔ اپنا نام حیدرؑ ظاہر کر کے۔ اپنی ماں کے ذریعے سے اپنا نام حیدرؑ بتا کر ان بھولے ہوئے کافروں کو ایک موقع عطا فرمایا۔ اے ماں کی نصیحت کو بھولنے والو! میری ماں نے میرا نام حیدرؑ رکھا، حیدرؑ رکھا ہے، صلوات۔

اور دوستو! وصیت یاد بھی آئی، علیؑ نے یاد دلایا۔ اب آپ نے دیکھا کہ امامؑ کسے کہتے ہیں، امامؑ جمعہ کی نماز پڑھانے والے کو نہیں کہتے۔ امامؑ اسے کہتے ہیں کہ کافروں کی ماں برسوں پہلے بھی اگر اپنے بیٹوں کو جھولے میں لوری سنائے۔ امامؑ کو علم ہو کہ کافر کی ماں نے کیا کہا تھا؟ یعنی یہ علیؑ کے علم میں کیسے آیا؟

علیؑ کا کیا تعلق مرحب کی ماں سے۔ اور اس کی وصیت سے۔ جو شے دوستو! علیؑ کے علم میں نہیں۔ وہ کوئی شے ہی نہیں۔ **و کل شئی احصیناہ فی امام مبین۔** (سورہ یٰسین ۱۲) ہم نے ہر شے کا علم امام مبین میں احصا کر دیا ہے۔ کوئی شے اقتدار امامتؑ سے باہر نہیں۔

عزیزان محترم! اطاعت رسولؐ کا مفہوم یہی ہے کہ رسولؐ جو دے اسے لے لو، جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ کس تاریخ میں لکھا ہوا ہے۔ کہ جو جمہوریت دے وہ لے لو۔ جو اکثریت دے وہ لے لو۔ جو مورخ دے وہ لے لو۔ جو اجماع دے وہ لے لو۔ جو شوریٰ دے وہ لے لو۔ جو مولوی دے وہ لے لو۔ جو مفتی دے وہ لے لو۔ جو حاجی دے وہ لے لو۔ جو نمازی دے وہ لے لو۔ جو غازی دے وہ لے لو۔ جو راوی دے وہ

لے لو۔ کہیں نہیں لکھا ہے۔

قرآن نے کہا جو رسولؐ دے اسے لے لو۔ جس سے منع کردے اس سے رک جاؤ۔ میں فقہ جعفری کی طرف سے عالم ہو کر عالم اسلام سے یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ فقہ جعفری کائنات کا وہ واحد فقہ ہے۔ کہ ہم نے ایک اصول دین۔ ایک فروع دین۔ راوی اور روایت سے نہیں لیا۔ بلکہ ہم نے علیؑ ولی اللہ کا عقیدہ قرآن سے لیا۔ کہ جو رسولؐ دے اسے لے لو۔ جس سے منع کرے رک جاؤ۔

غدیر کے منبر سے رسولؐ نے ہمیں مولاؑ دیا۔ ہم نے لیا۔ قرآن کی آیت ہے کہ جو رسولؐ دے اسے لے لو۔ جو رسولؐ دے اسے لے لو۔

اب ہم پر اعتراض نہ کرو۔ بتاؤ یہ۔ کہ کون سا عقیدہ ایسا ہے جو ہم نے رسولؐ سے نہیں لیا۔ کون سا اصول دین ہے جو ہم نے رسولؐ سے نہیں لیا، کون سا فروع دین ایسا ہے جو رسولؐ سے نہیں لیا؟ توحید رسولؐ سے لی، عدل رسولؐ سے لیا۔ نبوتؐ رسولؐ سے لی، امامت رسولؐ سے۔ قیامت رسولؐ سے، قرآن پاک رسولؐ سے۔ کعبہ رسولؐ سے، مولود کعبہ رسولؐ سے۔ ساقی کوثر رسولؐ سے، معصومؑ رسولؐ سے۔ ہم نے اپنے مولوی سے نہیں لیا۔

ہم نے اپنے امام معصومؑ سے لئے۔ اور جب معصومؑ سے لئے تو معصومؑ عن الخطا سے لئے۔ معصومؑ سے لئے تو عالم لئے۔ معصومؑ سے لئے تو پاک لئے۔ پاکیزہ لئے۔ ہم کہتے ہیں بار الٰہی معصومؑ کے صدقے میں ہماری دعا قبول کر۔ اور اب اگر ہماری دعا پوری ہو تو پھر ہم منت بڑھاتے ہیں۔ اور پھر آج آٹھ محرم ہے۔ ہم نے غازیؑ کی حاضری دلائی۔ ہم نے غازیؑ کی نذر دلائی۔ یہ نعمت نہیں ہے؟ جو رسولؐ دے اسے لو، یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ اللہ دے گا؟ اور یہ کہاں نہیں لکھا ہوا ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ جو ہمارا طریقہ۔ وہ پنجتنؑ کے حوالے سے۔ پنجتنؑ کے وسیلے سے۔

بہت توجہ دوستو! اب طلب کرتے ہیں! مانگتے ہیں! جنہوں نے ہمیں یہ طریقہ بتایا۔ سکھایا۔ بتایا۔ جناب فضہؑ نے عرض کیا، جناب فضہؑ نے بارگاہ پنجتنؑ میں عرض کیا،

حسنینؑ بیمار ہیں۔ شہزادے علیل ہیں۔

فضہؑ کہتی ہیں یا رسول اللہ ہم منت مان لیں۔ کہ شہزادے اچھے ہو گئے تو ہم روزے رکھیں گے۔ رسولؐ نے کہا بالکل یہ منت ہم بھی مانتے ہیں۔ علیؑ نے کہا یہ منت ہم بھی مانتے ہیں۔ فاطمہؑ نے کہا یہ منت ہم بھی مانتے ہیں۔ حسینؑ نے کہا یہ منت ہم بھی مانتے ہیں اور منت پوری کی گئی۔

اے جناب فضہؑ! اے ہماری ماں! ہماری ماؤں کا سلام قبول کر! تو نے رسولؐ کو منت کا مشورہ دے کر قیامت تک کے لئے ہمیں مفتیوں کے فتوؤں سے محفوظ کر دیا۔

اب کوئی یہ تو نہیں کہہ سکتا منت ماننا بدعت ہے۔ منت مان لی گئی حسنینؑ اچھے ہو گئے

پنجتنؑ نے روزے بھی رکھے۔ یہ قرآن کا واقعہ ہے۔ افطار کا وقت آیا۔ پنجتنؑ بیٹھے دستر خوان پر۔ سائل آیا۔ صدا دی۔ اپنے حصہ کی روٹی اٹھائی سائل کو دے دی۔ مسکین آیا تھا مسکین کو روٹی دے دی۔ خود نمک اور پانی سے روزہ افطار کیا۔ اللہ کا شکر کیا سو گئے۔ دوسرے دن بھی روزہ رکھا گیا۔ پھر رات کا وقت ہوا پھر ایک سائل آیا۔ پہلے مسکین آیا اب یتیم آگیا۔ سب کے حصے کی روٹی اٹھائی۔ یتیم کو دے دے پھر پانی پیا۔ الحمد اللہ کہا پھر سو گئے۔

تیسرے دن پھر روزہ رکھا ایک سائل آیا۔ افطار کے وقت اسیر بن کے آیا۔ یتیم آیا۔ مسکین آیا۔ اسیر آیا۔ تینوں دن کھانا دے دیا پنجتنؑ نے۔ تیسرے دن جو کھانا دیا تو رحمت الٰہی کے سمندر میں طغیانیاں آگئیں۔ تین دنوں تک جب پنجتنؑ خیرات کر چکے تو ایک مرتبہ جبرئیلؑ کو حکم ہوا پروردگار کا۔ جبرئیلؑ جا میرے حبیبؐ کی خدمت میں اور صرف اتنا کہہ دے۔ دستر خوان جنت بھی لے جا۔ قرآن مجید کی آیتیں بھی لے جا۔ تاکہ دنیا والوں کو پتہ چل سکے۔ کہ فاطمہؑ کے دست مبارک کی پکی ہوئی جو کی تین سوکھی روٹیاں۔ جب میزان عدالت الٰہی میں جزا کی منزل پر تلیں۔ تو قرآن کی تیس آیتوں کے برابر اتریں۔ صلوات۔۔۔ قرآن نے تصویر کھینچ لی۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیراً. (سورہ دہر ۸) سورہ دہر میں ہے یہ تیس آیتیں نازل ہوئیں، فاطمہؑ زہرا کی تین روٹیوں کے برابر۔ فاطمہؑ زہرا تیس آیتوں کے برابر نہیں ہیں، ان کے ہاتھ کی روٹیاں۔

توجہ فرمائیں کہ واقعہ تو صرف اتنا سا ہے۔ مگر مفسرین نے لکھا ہے، ایک مولانا مودودی ہیں۔ انہوں نے ذرا سا اختلاف کیا اور تعلیمی اختلاف، خوبصورت اختلاف۔

اپنے ایک مقالے میں انہوں نے کہا۔ کہ یہ تمام مفسّرین جو کہتے ہیں کہ پہلے دن جو مسکین آیا، پھر یتیم آیا، پھر اسیر آیا، یہ مکہ مدینے کے فقیر تھے۔ جو آتے رہے مانگتے رہے، مگر مودودی صاحب کہتے ہیں۔ یہ مکہ مدینے کے فقیر نہیں تھے۔ اس لئے کہ جس ادا سے جس سکون سے جس پابندی وقت کے ساتھ۔ جس جس لقب سے کبھی مسکین بن کر، کبھی اسیر بن کر، کبھی یتیم بن کر در زہراؑ سے روٹیاں لے جاتے رہے۔ مودودی صاحب کہتے ہیں مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ فرشتے تھے اور اللہ نے در زہراؑ پر یہ فرشتے بھیجے تھے روٹیاں لینے کے لئے۔

انہوں نے اتنی بات ختم کی میں نے وہیں پہ کہا۔ مولانا اللہ آپ کا بھلا کرے بڑی خوبصورت بات کی ہے۔ آپ نے تو ہماری مشکل آسان کردی۔ اس لئے کہ سارے مفسّرین لکھتے رہے فقیر آئے۔ آپ نے کہا فقیر نہیں فرشتے آئے۔

اب تو گفتگو اور مستحکم ہوگئی۔ اس لئے کہ اگر ہم فقیروں سے استدلال کریں تو آپ کہیں گے۔ بھائی فقیروں کا کیا ذکر۔ فقیروں کی عادت تو مانگنا ہوتی ہے۔ انہیں کیا پتہ شریعت کیا ہے۔ طریقت کیا ہے۔ بدعت کیا ہے۔ اور سنت کیا ہے؟ ان کی تو عادت ایسی ہے کہ دروازے پر جاکر مانگیں گے۔

وہاں سے جائیں گے اور کہیں گے کہ کہیں اور سے مانگ لیا ہوگا۔ فقیر جو ہیں انہیں کیا پتہ کہ اللہ سے مانگنا چاہئے یا بندے سے مانگنا چاہئے۔ فقیر تو فقیر ہوتا ہے۔ مگر مولانا آپ کا بڑا احسان آپ نے یہ کہہ کر کہ فرشتے در زہراؑ پر تین دن تک روٹیاں مانگتے رہے۔ اور روٹیاں لے کر چلے گئے اب تو کوئی یہ کہہ نہیں سکتا کہ عادی بھکاری

ہوتے ہیں۔ فرشتے تو فقیر بھی نہیں ہوئے۔ فرشتے تو اپنی مرضی سے کہیں آجا بھی نہیں سکتے۔

فرشتوں کو تو بھوک بھی نہیں لگتی جو روٹی مانگے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فرشتے اطاعت جبری میں ہیں۔ جو سجدے میں ہیں۔ وہ سجدے میں ہیں۔ جو رکوع میں ہیں۔ وہ رکوع میں ہیں۔ جو ہوا چلانے میں ہے وہ ہوا چلا رہا ہے۔ جو آگ برسا رہا ہے وہ آگ برسا رہا ہے۔ جو دراوغہ جنت ہے وہ داروغہ جنت ہے۔ جو داروغہ جہنم ہے وہ داروغہ جہنم ہے۔ جو ملک الموت ہے وہ ملک الموت ہے۔ اس کا تبادلہ نہیں ہوتا، ڈی آئی جی، کی طرح اس کا ٹرانسفر نہیں ہوتا۔ ہزاروں برس سے روح قبض کر رہا ہے۔ فرشتے اپنی ڈیوٹی پر مقرر ہیں۔

تو فرشتے اللہ کی مرضی کے بغیر نہ کہیں آسکتے ہیں۔ اور نہ کہیں جاسکتے ہیں۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ در بتولؑ، پر در پنجتنؑ پر، فرشتے جو روٹیاں لینے آئے اپنی مرضی سے نہیں آئے۔ خدا نے بھیجا ہوگا کہ در زہراؑ سے جاکر روٹیاں لاؤ۔

میں علماء کی موجودگی میں خدا سے عرض کرتا ہوں۔ اے میرے پروردگار آخر فاطمہ زہراؑ اور اس کے بچے روزے سے تھے۔ فرشتوں کو تو بھوک بھی نہیں نصیب۔ جنہیں روٹی کی ضرورت تھی ان سے روٹی لے لی۔ اور جن فرشتوں کو روٹی کی ضرورت نہیں۔ انہیں کیوں بھیج دیا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کا سبب کیا تھا، جواب آیا تم جاہل ہو۔ تم تدبر مشیت کو کیا سمجھو۔ مشیت کی نگاہیں حال کے آئینے میں۔ مستقبل کے ان مفتیوں کے فتوؤں کو دیکھ رہی تھیں۔ جو یہ کہیں گے کہ آل محمدؐ سے مانگنا حرام ہے۔ آل محمدؐ سے مانگنا حرام ہے۔ آل محمدؐ سے مانگنا بدعت ہے۔

جنت سے روٹی مانگنے کے لئے در پنجتنؑ پر بھیج کر اللہ نے سنت و حجت قائم کردی۔ کہ رزاق حقیقی میں ہوں۔ مگر رزق ملتا ہے آل محمدؐ سے۔ صلوات۔

بہت توجہ! عزیزان محترم! کہ فرشتوں نے روٹی مانگ کر بتایا کہ بھیک مانگنے کے آداب کیا ہیں۔ قرآن نے فیصلہ کیا کہ در بتولؑ پر بادشاہ، بن کے نہ جانا۔ حکمران، بن

کے نہ جانا۔ علامہ، بن کے مت جانا۔ مفتی و مجتہدین، بن کے مت جانا۔ اس دروازے پر مسکین، بن کے آؤ، یتیم، بن کے آؤ۔ اسیر بن کے آؤ۔ ادب سے آؤ۔ بے زر، بن کے آؤ، ابوذر، بن جاؤ گے۔

بہت توجہ! عزیزان محترم! فرشتے آسمان سے آئے رزق لے کر گئے۔ ایسے میں کسی شاعر نے خوبصورت شعر کہا ۔

فرشتوں نے علیؑ کے در سے پائیں روٹیاں اکثر
زمین والوں کے ٹکڑوں پر پلے ہیں آسماں والے

اب آپ سمجھے کہ آل محمدؐ کون ہیں؟ آل محمدؐ وہ ہیں جو فرش والوں کو بھی رزق دیں۔ عرش والوں کو بھی رزق دیں۔ انسانوں کو بھی پڑھائیں۔ فرشتوں کو بھی پڑھائیں۔ انسان اگر غلام بن کے آئے۔ اسے بھی عزت دیں۔ فرشتہ بھی اگر جھولا جھلانے آئے۔ اسے بھی سید الملائکہ بنادیں۔ صلوات۔

جنہوں نے آسمان والوں کو ٹکڑے کھلائے۔ جنہوں نے یتیم، مسکین اور اسیر کو اپنے منہ کا نوالہ دے دیا۔ وہ آج کربلا کے میدان میں دودن سے پیاسے ہیں، دریا بہہ رہا ہے۔

فرات موجیں مار رہا ہے۔ مگر ساقیؑ کوثر کے بچوں کے خیموں سے العطش، العطش، کی آوازیں آرہی ہیں۔ رونے کی راتیں ہیں، ایک رات باقی رہ گئی ہے۔ ایک رات کا مہمان رہ گیا ہے میرا مولاؑ۔ کوئی مصائب پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پرسوں رات کو جب یہاں آؤ گے تو اندھیرا ہوگا۔ یہاں روشنی نہیں ہوگی۔ یہ اس بات کا اعلان ہوگا کہ بتولؑ کا گھر اجڑ گیا۔

خواتین کی خدمت میں عرض کروں گا۔ میری ماؤں، میری بہنوں، اللہ تمہیں سلامت رکھے، اللہ تمہارے بچوں سے تمہاری گودیاں آباد رکھے۔ خدا تمہارا سہاگ سلامت رکھے۔ تم اس کا ماتم کررہی ہو جس کا سہاگ کربلا میں اجڑ گیا۔

تم اس ربابؑ کی کنیز ہو۔ جس کا سہاگ کربلا میں اجڑ گیا۔ تم اس زینبؑ کی کنیز

مر جانا چاہتا ہوں! اے زینبؑ کے پردے کے محافظ! اے میرے مولاؑ!

حسینؑ دوڑے، دریا کی طرف دوڑے، اور ایک مرتبہ حسینؑ الجھ کر زمین پر گرے تو عباسؑ کا کٹا ہوا بازو حسینؑ کے ہاتھوں میں تھا۔ سینے سے لگایا، عباسؑ، عباسؑ، عباسؑ۔

الا لعنة اللّٰه علی القوم الظالمین

نویں مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝
قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَ
يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ‏ قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ‌ۚ
فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝

(سورۃ آلِ عمران، آیت: ۳۱-۳۲)

بزرگان محترم! ماتم داران حسینؑ! عزاداران سید الشہداءؑ! آج عشرہ محرم کے سلسلے کی آخری مجلس ہے کل انشاء اللہ آٹھ بجے صبح مجلس عاشورا پڑھوں گا۔

عزیزان محترم! یہ محرم جن حالات میں آیا اور جس پر آشوب دور سے گذرا۔ وہ اس قدر شدید تھا کہ اگر حسینؑ کے علاوہ کوئی اور ان دنوں میں ہوتا تو حالات کے سیلاب میں بہہ جاتا۔ مگر حسینؑ چونکہ کسی سیلاب میں بہنے کا عادی نہیں ہے۔ بلکہ ہر طوفان کو اپنے قدموں تلے روند کر نکل جانے کا عادی ہے۔

حسینؑ کو مزہ آتا ہے، حسینؑ کو لطف آتا ہے، مصائب میں، حسینؑ کو لطف آتا ہے زلزلوں میں، جس قدر مخالفت ہوتی ہے۔ حسینیت اتنا ہی نکھرتی نکھرتی چلی جاتی ہے۔ حسینؑ کا یہ ذاتی مزاج ہے، ہمیں نہ کسی سے کوئی ذاتی محبت ہے اور نہ ذاتی رنجش ہے۔

مجھے کسی سے محبت نہیں کسی کے سوا
میں ہر کسی سے محبت کروں کس کیلئے

ہم تو حسینؑ کے لئے سبھی سے محبت کرتے ہیں۔ جو ہمارے حسینؑ سے محبت کرتا ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی قوم کا ہو، کسی قبیلے کا ہو، کسی علاقے کا ہو، ہمارے یہاں پیمانہ محبت حسینؑ ہیں۔ ہمارے یہاں پیمانہ محبت محمدؐ و آل محمدؐ

ہیں۔ ہمارے یہاں پیمانۂ عزت اطاعت رسولؐ ہے۔ ہمارے یہاں کائنات کی عزت کا نام محمد مصطفیؐ ہے۔ صلوات۔

ہمارے یہاں کائنات کی عزت کا نام محمد مصطفیؐ ہے۔ یہ دین، یہ اسلام، یہ شریعت، یہ طریقت، یہ عبادت، یہ امر بالمعروف یہ نہیں عن المنکر، یہ اصول دین، یہ فروع دین، یہ عقائد، یہ اعمال، یہ تصور توحید، یہ تصور قیامت، یہ عقیدہ قبر و حشر و نشر، یہ حقوق الہٰی، یہ حقوق العباد، یہ پورا قانون اسلام، جسے آپ شریعت غرہ کہتے ہیں۔ جسے آپ شریعت محمدؐی کہتے ہیں۔ یہ سب کا سب قانون آمنہؑ کے لال کے لبوں کی جنش پہ ٹھہرا ہوا ہے۔ صلوات۔

سب سے بڑا عقیدہ اسلام میں کیا ہے؟ سب سے بڑا عقیدہ توحید۔ سب سے اہم ترین عقیدہ توحید، عقیدہ توحید اگر قبول نہیں تو کچھ بھی قبول نہیں ہے۔

اور اتنا اہم عقیدہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ صرف عقیدہ توحید سمجھانے کے لئے آئے۔ لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ توحید منوانے کے لئے آئے۔

انہوں نے توحید کے عقیدے کو منوایا ہے۔ بتلایا، نہیں۔ سمجھایا نہیں۔ ہے بڑی دقیق سی بات لیکن اسی سے ایک نتیجہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کسی بھی نبیؑ نے یہ نہیں کہا کہ خداوند وحدہ لاشریک ہے۔ اس طرح سے ہے۔ اس کی توحید یوں ثابت ہو گی۔ وہ اس وجہ سے واحد ہے۔ اس وجہ سے لم یلد ہے، وہ اس وجہ سے ولم یولد ہے۔

بس سب نے یہی کہا وہ خداوند وحدہ لا شریک ہے۔ مانو، بس مانو اسے۔

ایھاالناس قولو الا الہ الا اللہ تفلحوا۔

اے لوگو بس تم **لا الہ الا اللہ** کہو فلاح پاؤ گے کیوں کہو؟ یہ پوچھنے کا حق کسی کو نہیں ہے، یہ کسی کو پوچھنے کا حق نہیں ہے۔ کیوں کہو، ہم کہہ رہے ہیں کہو۔ ہم کہہ رہے ہیں، کہو۔ ہمارے کہنے پر کہو کہ وہ وحدہ لا شریک ہے۔ کسی صحابی نے، کسی مسلمان ہونے والے نے کسی پڑھے لکھے کافر نے یہ کہا پیغمبرؑ اسلام سے۔ کہ صاحب

کوئی حوالہ بتائیے کتاب سے؟ کیسے ہے وہ وحدہ لاشریک۔ کس طرح ہے وہ خدا؟ کیسے ثابت ہے کہ وہ خدا ہے؟ نہ کسی نے پوچھا نہ نبیؐ نے بتایا۔ اور اگر کوئی پوچھتا تب بھی نہ بتاتے۔

اس لئے کہ اگر خدا علم سے ثابت ہو جائے تو خدا نہ رہے۔ اگر خدا علم سے ثابت ہو جائے تو خدا، خدا نہ رہے۔

اس کی توحید کا فلسفہ یہ ہے۔ کہ وہ علم میں آجائے تو خدا نہیں۔ وہ عقل میں آجائے، تو خدا نہیں۔ وہ شعور میں آجائے، تو خدا نہیں۔ وہ تحت الشعور میں آجائے، تو خدا نہیں۔ وہ فکر میں آجائے تو خدا نہیں۔ وہ بینائی میں آجائے، تو خدا نہیں۔ وہ روایت میں آجائے، تو خدا نہیں۔ وہ خواب میں آجائے، تو خدا نہیں۔ وہ دیکھنے۔ وہ چھونے میں آجائے، تو خدا نہیں۔ وہ زمین پر آجائے، تو خدا نہیں۔ اسے عرش تک محدود کر دیں، تو خدا نہیں۔ تو وہ کسی طرح ثابت نہیں ہو پاتا، عالم تو سمجھا نہیں سکتا۔

بھئی آپ خدا کو کیسے سمجھائیں گے؟ میں ایک عالم سے پوچھتا ہوں؟ لوگ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ، کہو۔ کیوں کہو؟ وہ کیسے وحدہ لاشریک ہے؟

نہیں سمجھا سکتا نا؟ اس لئے کہ عالم نے اگر اپنے علم سے توحید کو سمجھا دیا۔ تو وہ عالم نہیں رہے گا۔ اس کی توحید نہیں رہے گی۔ اس لئے جو سمجھا دے گا۔ اس کے علم میں وہ محدود ہو جائے گا نا؟ محدود ہو جائے گا تو خدا نہیں رہے گا۔ صلوات۔

اچھا وہ علم میں نہیں آتا، عقل میں نہیں آتا، شعور میں نہیں آتا، حافظے میں نہیں آتا، کسی طرح وہ سمجھا نہیں جا سکتا۔

لیکن نوے کروڑ مسلمان اسے مانتے ہیں۔ کوئی نہ دلیل طلب کرتا ہے نہ وکیل طلب کرتا ہے، کوئی کسی سے دلیل نہیں مانگتا۔

بس جو پیدا ہوتا ہے کہتا ہے لا الہ الا اللہ، آپ تو عادی ہیں ہر بات میں کٹ حجتی کے۔ ہر بات میں دلیلیں مانگنے کے۔ ہر بات میں فلسفہ منطق جھاڑنے کے۔ بس یوں ثابت کرو، یوں ثابت کرو، راوی کون ہے؟ روایت کہاں سے آئی؟ آیت کیا

ہے؟ تنزیل کیا ہے؟ تاویل کیا ہے؟ تفسیر کیا ہے؟ اس سے کیا ثابت ہوا، یہ نص ہے کہ نہیں، ہر مسئلے پر۔۔۔

لیکن نوے کروڑ مسلمان اللہ کی توحید پر کوئی بحث نہیں کرتے۔ سب سجدے کر رہے ہیں، سب سجدے کر رہے ہیں کوئی بحث ہی نہیں کرتا۔

اس لئے کہ اسے کون ثابت کرے؟ جو ثابت کرے گا وہ خود آدمی نہیں رہے گا۔ عالم تو دور کی بات ہے نا؟ مسلمان نہیں رہے گا۔ دائرہ ایمان سے باہر چلا جائے گا۔ اس کی توحید ایک عقیدہ ہے۔ اور عقیدے پر فلسفہ منطق نہیں چلا کرتا۔ عقیدے پر بحثیں نہیں چلا کرتیں۔ عقیدہ مخبر صادق کی خبر سے بنتا ہے۔ صرف پیغمبرؑ اسلام نے فاران کی چوٹی سے بلند ہو کر کہا۔ ایھاالناس قولو الا الہ الا اللّٰہ تفلحوا۔

اے لوگو! تم اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ تاکہ تم فلاح پا جاؤ اقرار کرو۔ بس میں کہہ رہا ہوں اقرار کرو، اب رسولؐ نے کہہ دیا تاکہ میں کہہ رہا ہوں۔

صرف یہ جملہ کہنے کے لئے چالیس برس چپ رہے رسولؐ۔ بہت توجہ۔۔۔

صرف یہ جملہ کہنے کے لئے کہ میں کہہ رہا ہوں۔ چالیس برس تک چپ رہے۔

کیا کہتے رہے! سچ بولو! سچ بولو! سچ بولو! بس یہ کہتے رہے! صادق! صادق! صادق!

جب سارا عرب کہہ اٹھا کہ عبداللہؑ کے بیٹے تو صادق بھی ہے۔ تو امین بھی ہے۔ جب سارے عرب کے بگڑے ہوئے معاشرے نے۔ ابو جہلوں نے۔ کم بختوں نے یہ کہہ دیا کہ صادق تو ہی ہے۔ امین تو ہی ہے۔ تو نے فاران کی چوٹیوں سے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ مجھے سچا مانتے ہو؟ جی مانتے ہیں۔ کہا میں نے جھوٹ تو نہیں بولا؟ کہاں نہیں! کبھی جھوٹ نہیں بولے! جی کبھی نہیں بولے، کہا کیسے ثابت کرو گے؟ کہا آپ کا بچپن، لڑکپن، جوانی، زندگی کا ہر لمحہ ہمارے سامنے ہے، آئینے کی طرح ہے، آپ تو جھوٹ کے قریب بھی نہیں گئے۔

کہا اچھا میں سچ بول رہا ہوں؟ کہا ہاں! کہا اب بھی سچ بول رہا ہوں؟ کہا میری صحت دماغ پر شک تو نہیں ہے؟ کہا آپ سے زیادہ تو کوئی عالم و عاقل پورے عرب میں ہے ہی نہیں۔ یہ ابو جہل ہے مگر پیغمبرؐ کے دماغ میں شک نہیں کرتا۔

تو پیغمبرؐ نے کہا میں نے جھوٹ تو نہیں بولا؟ کہا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کہا کبھی نہیں! بولا؟ کبھی کہا نہیں۔

اب پیغمبرؐ کیا کر رہے ہیں۔ کوئی کتاب پیش کر رہے ہیں؟ کوئی تلوار لئے کھڑے ہیں۔ کوئی لشکر نہیں ہے نا؟

بزور شمشیر منوا رہے ہیں اپنے آپ کو؟ نہیں بلکہ سارے کفر کے سامنے اکیلا نبیؐ کھڑا ہے۔ یہ ہے سنت رسولؐ! پیغمبرؐ یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ کافرو! میں نبیؐ ہوں کہ نہیں۔ یہ بات ہی نہیں کی، یہ نہیں کہا کہ ابو جہل، ابو لہب، عتبہ، عتیبہ، شیبہ، جتنی دنیا بھر کی مصیبتیں ہو۔ بولو میں نبیؐ ہوں کہ نہیں؟ ہاں یا نہیں۔ یہی تو ہیں نالفظیں۔

پیغمبرؐ نے کہا ابو جہل اٹھ۔ ابو لہب کھڑا ہو جا، میں سچا ہوں یا نہیں؟ سو فیصد ووٹ آئے ہیں۔ پیغمبرؐ کے ریفرنڈم میں۔ پیغمبرؐ کی صداقت میں۔ بڑی بات یہ کہ سچوں سے سچ پر ووٹ لینا بہت آسان ہے۔ ایسے جھوٹے کہ جو لفظ "سچ" کے معنی ہی نہیں جانتے تھے۔ ان سے یہ اقرار لینا کہ تو سچا ہے۔ یہ بہت عظیم بات ہے۔ صلوات۔

تو آپؐ سچے بھی ہیں امین بھی ہیں، اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ ہیں، رئیس بطحا کے بیٹے ہیں۔ آپ کا نسب و حسب آپ کا شجرہ مطہر وہ ہے۔ جو اصلاب طاہرہ و ارحام مطہرہ کی منزلوں سے گزرا ہے۔

تو اچھا میں سچ بول رہا ہوں؟ کہا بیشک ہم بار بار یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ آپ سچے ہیں۔ اچھا اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دامن میں ایک لشکر ہے۔ اور وہ تم پر حملہ کرنے آرہا ہے تو کیا میرے کہنے پر تم بغیر دیکھے ایمان لاؤ گے۔

دوستو! تاریخی جملہ کہنے جارہا ہوں! آمادہ ہو کر بیٹھو! سارے کافر کہنے لگے۔ بالکل ہم ایمان لائیں گے۔ کہ لشکر ہے۔ دیکھنے کی خواہش نہیں کرو گے۔

بھئی تم تو کافر ہو۔ غیب پر تم ایمان ہی نہیں رکھتے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ ایک لشکر ہے پہاڑ کے پیچھے۔ ابو جہل، وابو لہب نے کہاکہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ پہاڑ کے پیچھے لشکر ہے۔ ہم مان لیں گے۔ وہ کافر تھے جو پیغمبرؐ کے اس کہنے کو مان رہے تھے۔ پہاڑ کے پیچھے لشکر ہے، کافر شک نہیں کرتے۔

یہ کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ پیغمبرؐ کہہ رہے ہیں کہ پردے کے پیچھے میرا آخری بیٹا ہے۔

بہت توجہ! عزیزان محترم! کہا دامن کے پیچھے، پہاڑ کے دامن کے پیچھے ایک لشکر ہے۔ اور تم پر حملہ کرنے کے لئے آرہا ہے۔ میرے کہنے پر مان لوگے؟ تسلیم کر لو گے؟ میں قربان جاؤں آمنہؑ کے چاند پر۔ دیکھو اعتبار رسولؐ کردار کی بلندی پر۔ اچھا اگر ہم کہیں اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے اور تھوڑی دیر بعد تم جاؤ اس دامن کے پیچھے۔ اور تمہیں وہاں لشکر نہ نظر آئے پھر مجھے کیا کہو گے؟

اتنا عجیب کر دیا ہے سوال؟ سمجھو مقام نبوّت کیا ہے؟ سمجھو عظمت پیغمبرؐ کیا ہے؟ اور میرے وہ تمام مسلمان بھائی جو مجھے سن رہے ہیں۔ وہ بھی جان لیں کہ ہمارے یہاں عظمت پیغمبرؐ کیا ہے۔؟

کہا اگر تم اس کے بعد اس پہاڑ کے پیچھے جاؤ۔ اور وہاں جاکر دیکھو۔ اور وہاں لشکر نہ نظر آئے تو پھر میرے متعلق کیا رائے قائم کروگے۔؟

ابو جہل، ابو لہب، سارے با جماعت کھڑے ہو کر ہاتھوں کو جوڑ کر کہتے ہیں۔ عبداللہؑ کے بیٹے! اگر وہاں جاکر ہمیں لشکر نظر نہ آیا پھر بھی ہم یہ سمجھیں گے کہ ہم اندھے ہوگئے ہیں۔ تو سچ کہتا ہے۔ اللہ اکبر یہ صداقت رسالتؐ ہے۔ صلوات۔

عبداللہ کے بیٹے ہم یہ کہیں گے ہم اندھے ہوگئے ہیں۔ ہماری بینائی جاتی رہی ہے۔ تو سچ کہتا ہے۔ اب جو کردار کی اتنی بلندی پر ہو ہمارے فقہ جعفریہ میں اسے معصومؑ کہا جاتا ہے۔ کافر بھی جس کی صداقت کا اقرار کریں۔ دشمن بھی جس کی عظمت کا اقرار کریں۔ چاہے وہ فاران کی چوٹیوں کا محمدؐ ہو یا میدان مباہلہ کے پنجتنؑ

ہوں۔ بہت توجہ! عزیزان محترم! یہ ہے عصمت کی دلیل ہمارے یہاں۔ صلوات۔

اب جب اتنا یقین کامل کا اقرار لے لیا نا رسولؐ نے۔ کہ تم مجھے اتنا سچا مانتے ہو تو میں کہہ رہا ہوں۔ میرے کہنے پر اسے وحدہ لاشریک مان لو۔ بحث نہ کرنا مجھ سے میں کہہ رہا ہوں مان لو۔ گردنیں جھک گئیں، کافر اپنی بات ہار چکے تھے۔ محمدؐ کو سچا کہہ کر۔ اب یہ تو نہیں کہہ سکتے تھے نا کہ تو جھوٹا ہے۔ بھئی کافر تھے مگر یہ نہیں کر سکتے کہ محمدؐ پر جھوٹا الزام لگا دیں۔

بہت توجہ! عزیزان محترم! کہہ چکے ہیں محمدؐ کو سچا! کہہ چکے ہیں عبداللہ کے بیٹے! تو صادق ہے!! امین ہے! ٹھیک ہے فوراً سب نے مذہب نہیں بدلا لیکن پیغمبرؐ پر کسی نے الزام نہیں لگایا۔

یعنی کسی نے محمدؐ کی صداقت اور امانتداری کے اوپر شک نہیں کیا۔ اب جو پیغمبرؐ نے عقیدہ توحید منوایا۔ وہ تلوار کے ذریعہ یا کردار کے ذریعے۔

قرآن مجید میں توحید کے قصے ہیں مگر توحید کو سمجھایا نہیں گیا۔ یہ سمجھانا نہیں ہوتا کہ صاحب دھواں ہے تو آگ بھی ہوگی۔ بوری میں اگر چوہا بدک رہا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ صاحب اندر کوئی چیز ہے جو بوری ہل رہی ہے۔ یہ پرانے زمانے اور جاہلوں کی بات ہے۔ کہتے ہیں صاحب چاند نکل رہا ہے، سورج نکل رہا ہے، گردش زمین ہے، گردش سیارگان ہے، نظام شمسی اپنے حال پر چل رہا ہے۔ سائنس کہہ رہی ہے ہماری وجہ سے چل رہی ہے بات ختم ہوگئی۔

عقیدہ توحید جو منوایا گیا ہے نا وہ منوایا گیا محمدؐ عربی کی صداقت پر۔ یعنی لب رسولؐ کی جنبش کا نام توحید، لب پیغمبرؐ کی اعجاز بیانی کا نام وحدانیت۔

اب نوے کروڑ مسلمانوں نے اصول کیا قائم کیا؟ بس یہ ساری بحث اس لئے کی، اب نوے کروڑ مسلمانوں نے عقیدہ! یہ قائم کیا کہ نہیں اب کسی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

ما اتکم الرسول فخذوه و مانھکم عنه فانتھوا (سورۂ حشر ۷)

جو رسولؐ دے اسے لے لو جس سے روکے اس سے رک جاؤ، بس ایک صادق و امین پیغمبرؐ نے کہا ہے کہ وہ وحدہ لاشریک ہے تو پھر ہے۔

عقل میں آئے تب بھی ہے، نہ آئے تب بھی ہے۔ روایت ملے تب بھی، نہ ملے تب بھی۔ آیت ملے تب بھی، نہ ملے تب بھی۔ فلسفہ سمجھائے تب بھی نہ سمجھائے تب بھی۔ امام بخاری بتائیں تب بھی، نہ بتائیں تب بھی۔ امام مسلم بتائیں تب بھی ہے، نہ بتائیں تب بھی ہے۔ ابن داؤد بتائیں تب بھی نہ بتائیں تب بھی ہے۔ مستدرک حاکم بتائیں تب بھی ہے۔ نہ بتائیں تب بھی ہے۔ محدث دہلوی اقرار کریں، تب بھی خدا ہے، نہ اقرار کریں تب بھی۔

اس لئے کہ خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے۔ تمام دنیا کے منطق فلسفہ ایک طرف ہیں۔ اور زبان رسالتؐ ایک طرف ہے۔

اب یہ مسلمان مسجدوں میں، محرابوں میں، منبر پر، کعبہ میں، ریڈیو پر لا الہ الا اللہ۔ اتنا اعتبار ہے، کتنے اچھے مسلمان ہیں، اپنے نبیؐ کے دہن سے نکلے ہوئے جملے پر اتنا اعتماد ہے بس نبیؐ نے کہہ دیا ہے تو ہے۔ تفتیش کیوں نہیں کرتے، اصول بنایا ہوا ہے، جب میں کسی کو احترام نبوتؐ اور اطاعت رسولؐ کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے اسے پیار کروں، میرا جی چاہتا ہے اس سے محبت کروں، اس لئے کہ جب ایک مان لیا ہے اطاعت مطلقہ ہے۔

اگر یہی اطاعت رسولؐ ہے تو نوے کروڑ مسلمانوں کا اصول یہی تو بنا، نا کہ رسولؐ نے کہا لا الہ الا اللہ، تو ہے۔ ٹھیک ہے رسولؐ نے کہا میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ سب نے کہا! ہیں۔

رسولؐ نے کہا جنت ہے! سب نے کہا ہے۔ رسولؐ نے کہا دوزخ ہے! سب نے کہا۔ ہے رسولؐ نے کہا نشر ہے! کہا۔ ہے سوال منکر و نکیر ہے! کہا۔ ہے۔ فشار قبر ہے! کہا۔ ہے۔ کعبہ ہے! کہا۔ ہے۔ قبلہ ہے! کہا۔ ہے۔ نماز ہے! کہا۔ ہے۔ کہا یوں پڑھنا

چاہئے جیسے میں پڑھ رہا ہوں! کہا۔ صاحب بالکل یہی پڑھیں گے۔ جیسے آپ پڑھ رہے ہیں۔ چاہے مسلمان بہتر۷۲ طریقوں سے کیوں نہ پڑھ رہا ہو، مگر ہر طریقہ سے پڑھنے والا یہی کہتا ہے کہ رسولؐ ایسے پڑھتے تھے۔ دیکھیں نا آپ، اب رسولؐ جو جو کہتے رہے سارے مسلمان یقین کرتے رہے۔ اسی کا نام ہے اسلام۔ اسی کا نام ہے ایمان۔

رسولؐ نے کہا آدمؑ ہیں، مسلمانوں نے مان لیا ہیں۔ رسولؐ نے کہا نوحؑ ہیں، یحییٰؑ ہیں، زکریاؑ ہیں، ایوبؑ ہیں، یعقوبؑ ہیں، یوسفؑ ہیں، یہوداؑ ہیں، داؤدؑ ہیں، سلیمانؑ ہیں۔ سب نے مان لیا ہیں۔

رسولؐ نے کہا نہیں ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ ہاں صاحب ہیں۔ کسی نے نام بھی نہیں پوچھا رسولؐ اللہ سے۔ کیوں بھائی کتنے نبیوںؑ کے نام یاد ہیں آپ کو۔ لیکن ایمان کتنے نبیوںؑ پر ہے مسلمانوں کا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پر۔ نام کتنے یاد ہیں، پچاس کے۔ لیکن مسلمان سے کہو کہ بھئی ایک لاکھ چوبیس ہزار سے ایک کم کردو۔ کافر ہو جاؤں گا، کیوں کافر ہو جاؤں گا؟

بھئی ان کا نام نہیں پتہ۔ ان کا پتہ نہیں۔ پتہ۔ ان کا حسب نسب نہیں پتہ۔ ان کا دائرہ تبلیغ نہیں پتہ۔ ان کے صحیفے کا نہیں پتہ۔ ان کی کتاب کا علم نہیں، کیا کہا؟ کب آئے؟ کیوں آئے؟ کس جگہ آئے؟ ان کی شریعت پہ ہمیں چلنا نہیں ہے۔ ان کے پیغام پر ہمیں جانا نہیں ہے۔ ان کے راستے پر ہمیں چلنا نہیں ہے۔ ہمیں ان سے واسطہ نہیں، مطلب نہیں؟ ایمان رکھو، بھائی کیوں رکھو؟ رسولؐ نے کہا ہے۔ بھائی ہم تو خود یہی چاہتے ہیں کہ جو رسولؐ کہے اسے مان لو۔ تو ایک نبیؑ بھی کم نہیں کرسکتے۔ سارے مسلمان مل کر کعبہ کا دروازہ پکڑ کر لٹک جائیں۔ اور کہیں کہ معبود ایک کم کردے۔ تو کیا خدا کم کردے گا؟ نہیں کرے گا نہ کم؟ جو یہ کہہ دے کہ ایک بھی نبیؑ کم ہو گیا وہ کافر، بہت توجہ عزیزان محترم۔۔۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے اگر ایک نبی کم کردے جس کا نام بھی اسے پتہ نہیں۔ مسلمان بے چارہ کم نہیں کرسکتا، اس لئے کہ محمدؐ کی دی ہوئی فیگر (FIGURE)

میں سے دنیا کی کوئی اتھارٹی (AUTHORITY) نہ ایک کم کر سکتی ہے نہ ایک زیادہ۔

تو پیمانہ میزان رسولؐ کیا بتایا آپ نے؟ یہ بتایا نا کہ پیغمبرؐ کے لبوں کی جنبش کا نام اعتبار ہے۔ اور اس پر اعتبار نہ کرنا کفر ہے۔ تو پھر مجھے یہ عرض کرنے دیں کہ جس نبیؐ نے کہا کہ ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ ہیں۔ تو اس کے کہنے پر آپ نے بغیر دیکھے ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروںؑ کو مان لیا۔

اسی نبیؐ نے تو غدیر کے منبر سے بلند کر کے کہا تھا۔

من كنت مولاه فهذا علي مولاه

تو میرے مسلمان بھائیو! راستہ ہم نے بدلا یا آپ نے بدلا؟ ہم تو اسی اصول پر چل رہے ہیں۔ کہ رسولؐ نے کہا کہ میرے کہنے پر خدا کو وحدہ لا شریک مانو، مان لیا۔ میں کہہ رہا ہوں ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبرؑ ہیں ہم نے اعتبار کیا قول پیغمبرؐ پر۔ اسی پیغمبرؐ کے لبوں سے ہم نے سنا۔ **من كنت مولاه فهذا علي مولا.** اسی نبیؐ نے کہا۔ **يا علي انت مني وانا منك.** اسی نبیؐ نے کہا **ياعلي انت مني بمنزلة هرون من موسیٰ الا لا نبي بعدی.** اسی نبیؐ نے کہا **ياعلي انت قسيم النار و الجنة** اسی نبیؐ نے کہا **انا مدينه العلم و علي بابها،** اسی نبیؐ نے کہا **النظر الی وجه علي عباده.** اسی نبیؐ نے کہا **ياعلي لحمك لحمي دمك دمي، صلبك صلبي، حربك حربي، حبك حبي.** اسی نبیؐ نے کہا **من اراد ان ينظر الی ادم في علمه والی نوح في تقوائه والی موسی في هيبته والی يوسف في جماله فاالينضر علی وجه علیؑ بن ابی طالبؑ.** اسی نبیؐ نے کہا **ياعلي انت صاحب حوضي و صاحب لوائي و وصي و وزيری و اخی في الدينا و الاخرة.** اسی نبیؐ نے تو یہ سب کچھ کہا اسی نبیؐ نے تو آخر میں فیصلہ کن جملہ کہا کہ **يا علي لا يحبك الا من طاهر الو لا دة ولا يبغضك الا من خبيث الولادة.**

یا علیؑ جس کی ولادت میں طہارت ہوگی وہ تجھ سے محبت رکھے گا، جس کی ولادت میں خباثت ہوگی وہ تجھ سے نفرت رکھے گا۔ صلوات۔

آپ کہہ رہے ہیں رسولؐ اللہ نے کہا لا الہ الا اللّٰہ ہم سب نے مان لیا، ہم نے تو آپ سے یہ نہیں پوچھا کہ کون سے راوی نے بیان کیا۔ کون سی روایت میں ہے۔ کون سے مقالے میں ہے۔ کون سی کتاب میں ہے۔ تو آپ ہم سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟ کہ علیؑ ولی اللہ کب کہا؟ کہاں کہا؟ کس جگہ کہا؟ کتاب میں درج ہے کہ نہیں؟ اور ہے تو کس کتاب میں ہے؟ بھائی عقیدہ مخبر صادق کی خبر سے بنتا ہے۔ بحثیں مت کرو کہ کب سے ہے علیؑ ولی اللہ۔ کب کلمہ میں آیا۔ کب سے آذان میں آیا۔ یہ بحث نہ کرو ورنہ میں پوچھ لوں گا کہ۔ لا الہ الا اللّٰہ. کب سے آیا۔ کب آیا؟ کہاں سے آیا؟ کیسے آیا؟ کس جگہ سے آیا۔؟

بہت توجہ۔۔۔ سوال یہ نہ کریں کہ۔ علیؑ ولی اللہ اذان میں۔ کلمہ میں ہے، یا نہیں ہے۔ ہے تو واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے۔ یہ بحث نہ کریں۔

بات صرف اتنی کریں کہ علیؑ ولی اللہ نبیؐ نے کہا یا نہیں کہا؟ بحث صرف یہ ہے کہ علیؑ ولی اللہ نبیؐ نے کہا یا نہیں کہا؟ من کنت مولا نبیؐ نے کہا یا نہیں کہا؟ ناد علیاً مظہر العجائب نبیؐ نے کہا یا نہیں کہا؟ علیؑ سے مدد مانگی یا نہیں مانگی؟ علیؑ کو اپنا ناصر و مددگار پیغمبرؐ نے کہا یا نہیں کہا؟ اگر نہیں کہا تو یا علیؑ مدد کہنا حرام، اگر کہا تو یا علیؑ مدد ترک کرنا حرام۔ صلوات۔

آج ہی، آج ہی مذہب بدل دوں۔ ایک ہی میدان سے دکھا دو فرار مرتضیٰؑ۔ اطاعت رسولؐ کا نام ہے اسلام۔ کلمہ پڑھنے کا نام نہیں ہے۔ **ومن الناس من یقول امنا باللّٰہ وباالیوم الاخر وما ھم بمومنین.** (سورہ بقرہ ۸)

یہ مومن نہیں ہیں جو آپؐ کی بارگاہ میں آکر کہتے ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ یوم آخرت پر ایمان لائے۔ بارگاہ رسالتؐ میں آکر آخرت پر ایمان لا کر اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کر کے بھی بزم رسالتؐ میں بیٹھنے والے بھی مومن نہیں ہیں۔

مومن وہ ہے جو اطاعت رسولؐ کرے۔ مومن وہ ہے جو احترام رسالتؐ کرے۔ مومن وہ ہے جو پیغمبرؐ کو معصومؑ مانے۔ مومن وہ ہے جو پیغمبرؐ کو نور

مانے۔ مومن وہ ہے جو پیغمبرؐ کو اللہ کے بعد سب سے بڑی ہستی کائنات کی مانے۔ مومن وہ ہے جو پیغمبرؐ پر درود بھیجے۔ مومن وہ ہے جو پیغمبرؐ کہیں اسے تسلیم کرلے۔ مومن وہ ہے جو پیغمبرؐ مانگے وہ دے دے۔ مومن وہ ہے جو پیغمبرؐ مانگیں جب بھی مانگیں، جس جگہ مانگیں، جس وقت مانگیں، صحت کے زمانے میں یا بیماری کے زمانے میں، جب بھی مانگیں اسے دے دے۔

مومن وہ ہے جو پیغمبرؐ کی محفل میں مودب رہے مہذب رہے۔ پیغمبرؐ سے بلند آواز میں بات نہ کرے۔ مومن وہ ہے جو عہد پیغمبرؐ سے آگے نہ چلے، ساری تاریخ تو ہم نے پڑھ دی۔ بس اطاعت رسولؐ یہ ہے۔ ہم کو تاریخ میں یہ دیکھنا ہے کہ اطاعت رسولؐ کس نے کی؟ وہ جو بھی ہے ہمارا اسے سلام ہے۔

یہ ہے مسلک جعفریہ، ہمیں کسی سے دشمنی نہیں ہے۔ ہم شخصیتوں کے مخالف نہیں ہیں۔ شخصیت کے مخالف اس لئے نہیں ہیں کہ شخصیتوں کے موافق بھی نہیں ہیں۔

اب یہ فلسفہ ہے۔ بھئی شخصیت کی موافقت کون کرے گا۔ جو شخصیتوں کو مان سکتا ہے۔ ہم شخصیتوں کو مانتے ہی نہیں، نہ اچھا مانتے ہیں نہ برا مانتے ہیں۔ ہم شخصیت کے قائل ہی نہیں ہیں۔ ہم خود بہت بڑی شخصیت ہیں۔ ہم پرسنالٹی (PERSONALITY) سے مرعوب نہیں ہوتے ہم تو کردار دیکھتے ہیں اس لئے کہ اسلام شخصیتوں کے بت توڑ کر کردار کے تاج محل بنانے آیا تھا۔ اسلام نے شخصیتوں کے بت توڑے ہیں کردار کی بلندی کو سلام کیا ہے۔

ہمیں شخصیتیں نہ دکھاؤ، ہمیں کردار دکھاؤ۔ ہمیں کوئی ایسا کردار دکھاؤ۔ کہ جو سونے میں بھی اطاعت کرے۔ ہے کوئی عالم، کوئی علامہ، کوئی مفتی، کوئی مجتہد، جو سونے میں بھی اطاعت رسولؐ کر کے بتائے۔

دوستو! علیؑ کا سونا کوئی کمال نہیں ہے۔ شب ہجرت علیؑ، اگر علیؑ، بن کے سوئے۔ تو کوئی سونا کمال نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ علیؑ کو آج نبیؐ بن کے سونا

ہے۔ اگر علیؑ بن کے سوتے ہیں علیؑ، تو ہجرت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ کافر پہچان لیں گے فوراً پیغمبرؐ کا پیچھا کریں گے۔ علیؑ کو آج سونا ہے۔ نبیؐ کا بھیس بدل کر اور بالکل اسی طرح سونا ہے۔ دیکھئے نا بھائی، سونا ہے، سونا، اسی لئے کہ کوئی سونے کی ایکٹنگ نہیں کرتا ہے۔ سونا ہے، کیونکہ نبیؐ کہہ رہے ہیں۔ سو جاؤ، نبیؐ کہہ دے، سو جاؤ، تو جاگنا حرام ہے۔

بس اسی لئے اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے علیؑ کو یاد کرتے ہیں۔ اور کوئی نمونہ ہی نہیں ہے۔ اتباع رسولؐ کا اطاعت رسولؐ کا کوئی پیکر ہی نہیں۔ سوائے علیؑ کے، علی آئینہ ہے، جس میں رسالتؐ نظر آتی ہے۔

علیؑ نے کوئی رسالتؐ کا کلمہ تھوڑا ہی پڑھا ہے۔ علیؑ نے رسالتؐ کی تصدیق کی ہے۔ کلمہ پڑھنا اور ہے تصدیق کرنا اور ہے۔ علیؑ نے جب تصدیق رسالتؐ کر دی۔ تو علیؑ سے سن کر کلمہ سب نے پڑھا۔ علیؑ اگر کلمہ پڑھتے نا، تو کلمہ پڑھ کر بیٹھ جاتے۔ میدان میں جاتے، نہ جاتے، اور جاتے بھی، تو آ جاتے۔ اس لئے کہ کلمہ پڑھنے میں یہ شرط تھوڑی ہے۔ کہ میدان میں بھی جائیں گے۔ لیکن آپ دیکھیں کہ ہر میدان میں ساری دنیا چلی جاتی تھی۔ علیؑ نہیں جاتے تھے۔

اس لئے کہ ساری دنیا بھی چلی جاتی تو رسالتؐ پر کوئی حرف نہ آتا۔ علیؑ اگر میدان سے قدم ہٹاتا۔ تو رسالتؐ کے ختم ہو جانے کا وہیں اعلان ہو جاتا۔ کہ جس کا گواہ چھوڑ کر چلا گیا اس کی رسالتؐ گئی۔ صلوات۔

علیؑ نے نبوتؐ کی تصدیق کی۔ نبوتؐ کی، محمدؐ کی نہیں، محمدؐ کی تصدیق کرتے۔ تو سن گیارہ ۱۱ ہجری کے بعد علیؑ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی۔ بھئی محمدؐ دنیا سے گئے علیؑ کا وعدہ بھی گیا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ علیؑ نے تصدیق کی ہے نبوتؐ کی۔ نبوتؐ ہے قیامت تک تو علیؑ کا وعدہ نصرت بھی ہے۔ قیامت تک۔ اسی لئے علیؑ کا بیٹا پردہ غیب میں بیٹھا ہے۔ کہ جب کوئی نبوتؐ پر حملہ کرے، زمانے کا امامؑ اس کا دفاع کرے۔ بھئی نبوتؐ کا وعدہ کیا ہے نا؟ کہ نبوتؐ کے سپر بنیں گے۔ جب بھی نبوتؐ پر کوئی حرف آئے گا۔ علیؑ

حسینؑ کا خون جس مٹی پر گر جائے وہ مٹی سجدے کے قابل ہو جائے۔ ۲۸ رجب سن ۶۰ ہجری کو حسینؑ نے مدینہ چھوڑا۔ ماں کی قبر کو سلام کیا۔ نانا کے روضہ سے جدا ہوئے۔ ۳ شعبان سن ۶۰ ہجری کو مکہ پہنچے۔ مکہ سے چل کر ۲ محرم سن ۶۱ ہجری کو حسینؑ کربلا آگئے۔

بس عزادارو! میں اب آج کوئی مصائب نہیں پڑھوں گا! آج شب عاشور ہے! آج صرف تصور شرط ہے۔ کل آخری مجلس میں مجھے مصائب پڑھنا ہے۔

عزاداران حسینؑ! آج شب عاشور ہے! تین دنوں سے حسینؑ کے بچے صدائے العطش العطش، العطش، بلند کر رہے ہیں۔

ایک مرتبہ اسی شب عاشور میں حسینؑ خیام کا جائزہ لے کر مقتل کی جانب بڑھے۔ اور رات کی تاریکی میں نصف شب گذر جانے پر ہلال بن نافع نے دیکھا کہ مولاؑ تنہا جا رہے ہیں۔ پیچھے پیچھے ہلال بھی چلا۔

ہلال کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ میرا آقا حسینؑ۔ گھوڑے سے کسی زمین پر اترتا ہے وہاں کی زمین کا بوسہ دیتا ہے۔ لیکن دو جگہوں پر حسینؑ کا عجیب حال تھا۔

ایک تو نشیب کی طرف جا کر کہتے ہیں۔ مدینے کا رخ کر کے کہتے ہیں نانا! مدینہ تو چھٹ گیا۔ کل علی اکبرؑ بھی چھٹ جائے گا۔ نانا کل اکبرؑ نہ ہوگا، تصویر مصطفےٰؐ کل ختم ہو جائے گی۔ پھر فرات کے کنارے جا کر نجف کا رخ کر کے کہا! اے بابا! حسینؑ کو قوت عطا ہو کہ کل عباسؑ کے لاشے پر پہنچ سکے اکبرؑ کا لاشہ خیمے تک لا سکے۔۔۔ ماتم حسین۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

دسویں مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○
قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ
یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ؕ قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ ۚ
فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ○
(سورۂ آلِ عمران، آیت: ۳۱-۳۲)

حسینؑ کے ماتم دارو! خاک پر بیٹھے ہوئے ہو، رو رہے ہو، تمام رات عزا خانے کھلے رہے۔ تمام رات آپ نے حسینؑ کا ماتم کیا۔ تمام رات عزا خانوں سے ہائے حسینؑ! ہائے حسیناً کی آوازیں آتی رہیں۔ ہر ہر عزا خانے میں ماؤں اور بہنوں کا ہجوم، اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو لئے شہزادی زینبؑ کو سلام کرتی رہیں۔

آج عاشور کا دن ہے، صبح ہو گئی ہے، زینبؑ کے پردے کا آخری دن۔ فاطمہؑ کی آل آج کربلا میں اکیلی ہے۔ سیدانیوں کے سروں پر اب کوئی نہ رہے گا۔ آپ کا امامؑ چند گھنٹوں کا مہمان ہے۔

عزادارو۔ ۲۸ رجب کو حسینؑ نے مدینہ چھوڑا۔ ماں کی قبر کو سلام کیا، نانا کے روضہ سے جدا ہوئے۔ ۳ شعبان کو مکہ پہنچے اور ۸ ذی الحجہ کو مکہ بھی چھوڑ دیا۔ یہ کہہ کر کہ اے اللہ کے گھر تیری حرمت سلامت رہے میں جا رہا ہوں۔ دو۲ محرم کو کربلا پہنچے، تین۳ کو خیمے دریا سے ہٹے۔ سات محرم کو پانی بند ہو گیا۔ اور دس محرم سے صبح سے شام تک بتولؑ کے گھر سے بہتر۷۲ جنازے نکل گئے۔

کیسا کیسا جنازہ نکلے گا آج۔ اسی۸۰ برس کا جنازہ فاطمہؑ کے گھر سے۔ چونسٹھ۶۴ برس کا جنازہ بتولؑ کے گھر سے۔ چالیس۴۰ برس کا جنازہ فاطمہؑ کے گھر سے۔ تیس۳۰ برس کا جنازہ فاطمہؑ کے گھر سے۔ اٹھارہ۱۸ برس کا کڑیل جوان لاشہ فاطمہؑ کے گھر سے۔ میرے

نوجوانوں قیامت آگئی تھی۔ جب فاطمہؑ کے گھر سے ایک چھ مہینے کا جنازہ گلے پر تیر کھا کے نکلا تھا۔ ایک چھ مہینے کا جنازہ۔ بہتر ۷۲ جنازے نکل گئے۔ اجڑ گیا بتولؑ کا گھر۔

آخر میں حسینؑ آئے، کہا! زینبؑ سلام! ام کلثومؑ سلام! رقیہؑ سلام! خدا حافظ! آہستہ سے فضہؑ کو بلایا۔ اماں فضہؑ! جی میرے مولاؑ۔ جی شہزادے! اماں فضہؑ! میرا پرانا صندوق اٹھا لاؤ اس میں ہمارا بوسیدہ لباس ہے۔

سنو گے عزادارو! حسینؑ نے کیا کہا؟ اماں فضہؑ سنو! زینبؑ کو خبر نہ ہو۔ فضہؑ آہستہ آہستہ گئیں۔ اور حسینؑ کے تبرکات کے صندوق کو کھولا۔ ایک بوسیدہ لباس چادر میں چھپا کر لا رہی تھیں۔ کہ زینبؑ نے آواز دی فضہؑ کیا لے جا رہی ہے؟ فضہؑ سے جواب نہیں دیا گیا۔ زینبؑ کہتی ہیں ارے فضہؑ کیوں نہیں کہتی میرے بھائی کا کفن لے جا رہی ہے۔

جزاک اللہ! جزاک اللہ! حسینؑ! ہم آپ کو رخصت کر رہے ہیں، فاطمہؑ زہرا کے بیٹے خدا حافظ۔

حسینؑ ہم آپ کو رخصت کر رہے ہیں۔ فاطمہؑ کے بیٹے خدا حافظ، شہزادے خدا حافظ۔ خدا حافظ میرے مولاؑ۔ لباس پہنا، سب کو رخصت کیا۔ حسینؑ در خیمہ پر آئے۔ دائیں جانب دیکھا۔ بائیں جانب دیکھا۔ حسینؑ کو جب کوئی سوار کرنے والا نظر نہ آیا تو اک مرتبہ آواز آئی۔ کہ بھیا مجھے اجازت ہے؟ میں خیمے سے آکر تیری رکاب تھام لوں؟ نہیں زینبؑ میری زندگی میں خیمے سے باہر نہ آنا۔ اللہ جانے فاطمہؑ کا لال کیسے سوار ہوا۔

عزادارو! ابھی چند قدم چلے تھے کہ حسینؑ کا ذوالجناح رک گیا۔ حسینؑ کہتے ہیں شاید تو بھی تھک گیا ہے۔ حسینؑ نے کہا میرے گھوڑے شاید تو بھی تھک گیا ہے۔ حسینؑ کہتے ہیں بس آخری سواری ہے۔ مجھے میدان قتال تک پہنچا دے اس کے بعد تو آزاد ہے۔

عزادارو! گھوڑے نے اپنی زبان بے زبانی سے کہا۔ مولاؑ! میرے قدموں کی

جانب دیکھئے۔ حسینؑ نے دیکھا کہ سکینہؑ گھوڑے کے قدموں سے لپٹی ہوئی کہہ رہی ہے۔ گھوڑے میرے بابا کو نہ لے جاؤ۔

جزاک اللہ! مولاؑ آپ کو سلامت رکھے! بس یہ جملہ سن لیجئے! سکینہؑ کو گھوڑے کے قدموں سے اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔ حسینؑ بیٹھ گئے کربلا کی تپتی ریت پر، بچی کے بالوں میں انگلیاں پھیر کر کہتے ہیں۔

میری سکینہؑ! ہم نے تو تم سے کہا تھا۔ بابا! بابا! میرا دل نہیں مانا! سوچا کہ آخری بار آپؑ کے سینے پر سو جاؤں۔ اللہ جانے یہ سینہ پھر نصیب ہوگا یا نہیں۔ فاطمہؑ کا لال جلتی ہوئی زمین پر لیٹ گیا۔ کہا آ سکینہؑ میرے سینے پر لیٹ جا۔ سکینہؑ کو سینے سے لگایا۔ اور پیشانی پر بوسہ لے کر کہا۔ سکینہؑ آج سے میرے سینے پر سونے کی ضد نہ کرنا۔ سکینہؑ تیرا بھائی سجادؑ مجبور ہوگا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں گردن میں طوق ہوگا۔ سکینہؑ کو خدا حافظ کہا، رخصت ہوئے، میدان میں پہنچے، امامؑ نے جلال امامتؑ دکھایا، فوجوں نے گھیرے میں لینا شروع کیا۔ لشکر پہ لشکر ٹوٹنا شروع ہوئے۔ صفیں الٹنے لگیں۔

عزادارو! جب یزیدی افواج دارالامارہ کی دیواروں سے ٹکراتی تھیں۔ اور لشکری بھاگتے تھے۔ تو گھوڑا روک کر حسینؑ کہتے تھے! عباسؑ! عباسؑ! تین دن کے بھوکے پیاسے کی جنگ دیکھ۔

عباسؑ تجھے بڑا ناز تھا۔ کبھی کہتے اکبرؑ اٹھ بیٹا اپنے ضعیف بابا کی جنگ دیکھ۔ میرے لال۔ کبھی کہتے میرے شیروں! کہاں ہو! آواز نہیں دیتے! کہا میرے شیروں! دیکھو حسینؑ کیسے جنگ کر رہا ہے۔ مجھے داد نہیں دیتے۔ کہیں سے آواز نہ آئی۔ مگر ایک مرتبہ خیمے سے ایک آواز گونجی۔ مرحبا میرے پیاسے بھائی۔ ایک مرتبہ آواز قدرت آئی۔

یا ایتها النفس المطمنة ارجعی الی ربك راضية مرضياً.

اے نفس مطمئنہ! لوٹ آ اپنے رب کی طرف! حسینؑ نے آواز سنی راضی

ہو گیا۔ تلوار کو نیام میں رکھا، گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈالیں۔ ذوالجناح مجھے لے چل، عزادارو! حسینؑ نے ذوالجناح کی گردن میں بانہیں ڈالیں! یزیدی لشکر کی تین ہزار کمانوں سے تیر نکلے! مجھے نہیں پتہ کتنے تیر تھے حسینؑ کے جسم پر۔

میرا بارھواں امامؑ فرماتا ہے۔ میرا سلام ہو اس جد نامدارؑ پر کہ وقت شہادت جس کا جسم نہ زین پر تھا نہ زمین پر تھا بلکہ تیروں پر معلق تھا۔ اتنے تیر تھے حسینؑ کے جسم پر۔ آخری جملہ عزادارو۔ امامؑ فرماتے ہیں جس کا جسم نہ زین پر تھا نہ زمین پر تیروں پر معلق ہو گیا تھا۔

میں پوچھوں گا! مولاؑ! جب اتنے تیر تھے کہ زمین پر آپؑ آئے نہیں تو مولاؑ سجدہ کیسے کیا؟ مولاؑ کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر پیشانی کیسے ٹیکی؟

سن سکو! تو سنو! دلوں پر ہاتھ رکھ کے! تو امامؑ جواب دیں گے تیروں کے آسمان سے جب جھک کر دیکھا۔ تو میری ماں فاطمہؑ زہرا گودی پھیلائے بیٹھی تھیں۔ کہہ رہی تھیں آجاؤ حسینؑ آجاؤ! حسینؑ! میں نے تمہارے مقتل کی زمین اپنے بالوں سے صاف کر دی۔ ماں کی گود میں آنے کے لئے حسینؑ جھکے۔ دائیں پہلو کے تیر بائیں پہلو سے۔ بائیں پہلو کے تیر دائیں پہلو سے نکل گئے۔ حسینؑ ماں کی گود میں آگئے۔ فاطمہؑ زہرا کی گود شمر کا خنجر۔ ہائے ماں کی گود میں بیٹے کا سر جدا ہو گیا۔

انا للہ و انا الیہ رجعون.